ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان
جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ جنوری ۱۹۹۲ء

بیاد
خلیفہ راشد امیر المومنین
سیدنا معاویہ
بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

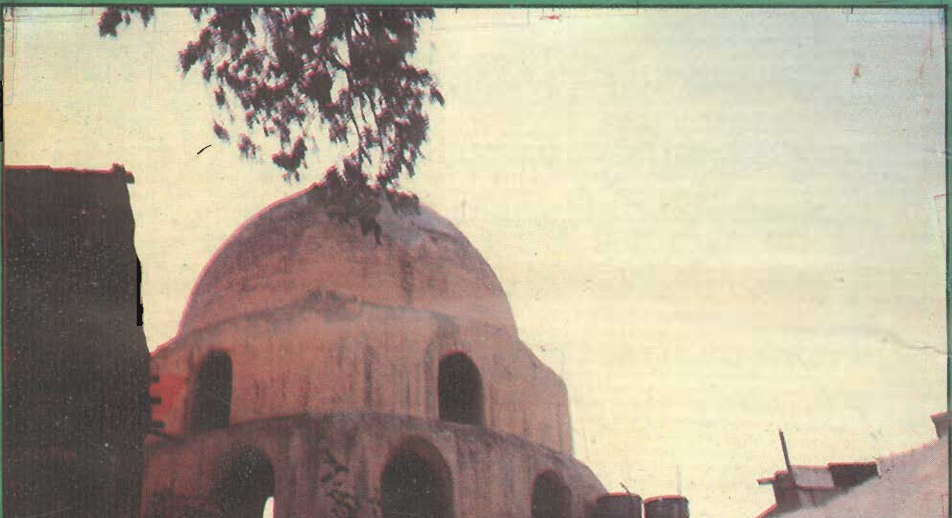

دمشق میں تاریخ کے اس عظیم اور مظلوم صحابی کا مزار اقدس
جن کی شخصیت کو اپنوں نے ہی طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا
اپنے آپ کو برحق کہا اور انہیں ناحق - ! معاذ اللہ

احرار کی قوت

کسی قوم کی خوش نصیبی ہے کہ اس میں اچانک کوئی مخلصین کا گروہ پیدا ہوجائے اور اس قوم کی بد نصیبی کا کیا کہنا جس کے افراد میں ایک دوسرے کو گرا کر بڑھنے کی عادت پیدا ہوجائے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان میں مجلس احرار اسلام ایسی جماعت ہے جس میں کھنی مار کر بڑھنے کی نہیں بلکہ دوستوں کی ہر دلعزیزی سے خوش ہونے کی خو ہے ہماری جماعت میں کھنی ماروں اور لیڈری کے شیدائیوں کی قطعی گنجائش نہیں۔ مبارک ہیں وہ جو کام میں نام نہ ہو کے اصول پر زندگی بسر کرنے کی سعی کرتے ہیں سچائی میں ترقی کی استعداد بیشک ہے لیکن دروغ کو فروغ اس کے سازوسامان سے مل جاتا ہے۔ رائے عامہ خریدی جاتی ہے یا زور سے خاموش کردی جاتی ہے۔ مخلصوں کی غریب جماعت کے لئے خدشات ان گنت ہیں کامیابی اس کی ہے جو زر اور زور سے بے نیاز متبعین کی معتد بہ تعداد جمع کرے۔ احرار کی قوت متبعین کے اخلاص پر ہے ورنہ بارہ مہینے دفتروں میں رمضان شریف کی برکتیں نازل رہتی ہیں۔

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ
"میرا افسانہ" صفحہ ۲۰۵

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ   جنوری ۱۹۹۲ء   جلد ۳   شمارہ ۱   قیمت فی پرچہ ۶/- روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ
حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ

مجلس ادارت

رئیس التحریر:
سید عطاء المحسن بخاری
مدیر مسئول:
سید محمد کفیل بخاری

رفقاء احرار

مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ
ذوالکفل بخاری ● قمر الحسنین
خادم حسین ● ابوسفیان تائب
محمد عمر فاروق ● عبداللطیف خالد
حر آغائی ● دیدہ ور

زرِ تعاون سالانہ

◎ اندرونِ ملک =/۶۰ روپے   ◎ بیرونِ ملک =/۵۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

خط و کتابت: دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۲۸۱۳۷

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری   طابع: تشکیل احمد اختر   مطبع: تشکیل نو پرنٹرز   مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات	رئیس التحریر	۳
جیون کیسے بتائیں	ادارہ	۸
اسلامی اتحاد	قمر الحسنین	۱۰
سرورق کی کہانی	ادارہ	۱۲
سیّدنا معاویہ رضؓ	ابوسفیان تائب	۱۳
مقام ابوبکر صدیق رضؓ	(خطاب) سید عطاء المحسن بخاری	۱۹
سیّدنا صدیق اکبرؓ	محمد اشرف علی	۲۳
جمہوری تقاضے	مجید لاہوری مرحوم	۲۹
سیدنا عمرو ابن العاصؓ	حکیم محمود احمد ظفر	۳۲
اسلامی نظامِ حیات	ابن ابی یوسف	۴۲
زبان میری ہے بات ان کی	خادم حسین	۴۳
مفکرِ احرارؒ	منظور احمد بھٹیؒ	۴۶
جنگِ آزادی کے ہیرو	چودھری نذیر احمد خانؒ	۵۲
تاثرات (نعت)	مولانا عبدالکریم صابر	۵۵
منقبت صدیق اکبرؓ	محترم عاصی کرنالی	۵۶
منقبت امیر معاویہؓ	سید عطاء المحسن بخاری	۵۸
انقلاب (آزاد نظم)	محمد اسلم شاہد	۵۹
حکایت جو درمیاں سے سنی (نظم)	ذوالکفل بخاری	۵۹
افضل حقؒ	سائیں محمد حیاتؒ	۶۱
افضل حقؒ کے نام	آزاد شیرازیؒ	۶۲
ٹوڈیوں کا ترانہ (نظم)	مولانا ظفر علی خانؒ	۶۳
پھولوں کی یوں تو پتیاں برسا رہے ہیں لوگ	پروفیسر محمد اکرام تائب	۶۴

دل کی بات

بلدیاتی الیکشن اپنے انجام کو پہنچے اور مسلم لیگ کو کامیابیوں کے جھومر سے سجا گئے۔ ہر چند کہ انتخاب سے پہلے یہ ناقوس بجایا گیا کہ بلدیاتی انتخاب قطعاً غیر جماعتی ہوں گے مگر انتخابات کے نتائج کی نشرواشاعت میں یہ بات نمایاں طور پر سامنے آئی کہ پیپلز پارٹی کی اتنی سیٹیں اور مسلم لیگ کی اتنی۔ وہ مکروہ تقسیم جو سیاست کے افق پر عفریت بن کے چھائی ہوئی ہے وہ کسی طور بھی موجودہ الیکشن میں مٹائی نہیں جا سکی حکمرانوں اور سیاستدانوں کا یہ دعویٰ بھی سابقہ دعووں کی طرح بے روح تھا اور یہ بات مزید واضح ہو گئی کہ اس ملک میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی پیدا کردہ مکروہات سے امت کی گلو خلاصی کیلئے اس نظام کو بہر نوع تبدیل کرنا ہو گا ورنہ یہ تلخیاں مزید بڑھتی رہیں گی اور تقسیم در تقسیم کے سیاسی عمل بد سے قومی تفریق، انتشار، مخالفت اور نزاع کی راہیں وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جائیں گی عوام یونہی لڑتے رہیں گے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکتی رہے گی اور کشت و خون ہوتا رہے گا۔ سابقہ انتخابات کی طرح موجودہ انتخابات میں بھی ۱۴ مسلمان الیکشن کی بھینٹ چڑھ گئے اور سیکڑوں مسلمان زخمی حالت میں ہیں گویا سیکڑوں خاندان اجڑ گئے کئی گھروں کے چراغ بجھ گئے اور ہنستے کھیلتے گھر ماتم کدوں اور ویرانوں میں بدل گئے ہم ہمیشہ سے اس سیاسی سسٹم کی مخالفت کرتے چلے آ رہے ہیں کہ وہ لوگ جنہیں نیک و بد کی تمیز نہیں جنہیں خیر و شر کا شعور نہیں جو نہیں جانتے کہ حقوق اور غصب و نہب میں کیا فرق ہے انہیں مفادات کی بھٹی میں جھونک کر کندن نہیں بنایا جا سکتا۔ جمہوریت کا انتخابی سسٹم ہی ایسی بنیادیں فراہم کرتا ہے جو ہر قسم کے شعور کو جہالت اور تعصبات کی وادی میں دھکیل دیتا ہے۔ جب ہر امیدوار اپنی گفتگو کا آغاز ہی اس بات سے کریگا کہ میرا حریف انتہائی برا شخص ہے اور جہان بھر کی برائیاں اس میں پائی جاتی ہیں تو شعور کہاں سے بیدار ہو گا جب انتخابی حربوں میں جھوٹ، خیانت، تہمت، الزام و دشنام، تکبر غرور، خوف، ہراس پیدا کیا جائے گا تو شعور نامی چیز کہاں ملے گی اور جب گفتگو کرتے کرتے بات کلاشنکوف تک جا پہنچے گی تو شعور زندہ بھی رہ سکے گا؟ اور جب خواص، عوام میں ووٹ کو دولت کے نعم البدل کا ثمر بنا دیں گے تو شعور کی تربیت کون دیگا؟ ان رذالتوں کے باوجود سیاسی مچھندر یہ رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ انتخابی عمل ووٹر کو شعور دیتا ہے اور یہ تربیتی اور عبوری عمل جمہوریت کیلئے ناگزیر ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کب تک یونہی سہاگ اجڑتے رہیں گے گھر ویران ہوتے رہیں گے اور بستیاں کھنڈر بنتی رہیں گی؟ وہ علماء جو اسلام کی تگ و تاز چھوڑ کر میدان سیاست کی معرکہ آرائی میں الجھ کے رہ گئے ہیں ہم ان سے بجا طور پر پوچھ سکتے ہیں کہ جو لوگ اس سیاست بازی کی بھینٹ چڑھ کر سیاستدانوں کی دکان چمکا گئے ہیں ان کا قتل کس کے ذمہ ہے؟ ان کی موت کس درجہ کی ہے؟ ان کو کس نام سے یاد کیا جائے؟ وہ آخرت میں کس مرتبہ و مقام کے مستحق ہیں؟ قرآن و حدیث کی رو سے ہمارے معاشرے میں ان کا کیا رتبہ ہے؟

سندھ

سندھیوں کا کہنا ہے سندھ جنوبی ایشیا میں باب الاسلام کی حیثیت رکھتا ہے سندھ نے محمد علی جناح کو

قائداعظم بنایا سندھ نے تشکیل پاکستان میں اہم رول ادا کیا سندھ پاکستان کے اقتصادی جسم کی روحِ رواں ہے سندھ میں جی ایم سید بھی ہیں اور سندھیوں کا ہی یہ کہنا ہے کہ سندھ میں الذوالفقار کے مراکز بھی موجود ہیں جو سندھو دیش کی تشکیل کیلئے سرگرمِ عمل ہیں اور بعض سندھی یہ کہتے ہیں کہ ہم راجہ داہر کی اولاد ہیں اور داہری ثقافت ہمارا لوک ورثہ ہے۔ حکومتیں شور مچاتی ہیں سندھ میں ہندو موجود ہیں جو بڑے بڑے ساہوکار اور جاگیردار ہیں جنکے "لامبے" ہاتھ ہیں۔ سندھ میں ڈاکو بھی ہیں جو بہت بڑے نواب رئیس اور جاگیردار ہیں اور ان سے پالتو اعلیٰ تعلیم یافتہ بہت سی زبانوں کے ماہر اور جدید ترین تکنیک کے بھی ماہر ہیں اور خودکار ہتھیاروں سے لیس ہیں یہ ڈاکو پنجابی، پٹھان، سندھی، بلوچی، چینی، جاپانی سب کو اغواء کرتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں کا تاوان وصول کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور جاتے وقت نصیحت کرتے ہیں کہ خبردار! جو تم نے آدمی، جگہ، یا راستہ بتایا تو تمہارے خاندان کا "نشٹ" مار دیا جائیگا اس سندھ کی تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ اب تک ۹۰۰ کے لگ بھگ افراد اغوا کئے جا چکے ہیں ۹۰۰ سے زیادہ ڈاکو گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ ۴۰۰ کے قریب مارے جا چکے ہیں اور ۱۰۰۰ سے زائد کی تعداد میں چھوٹے اور خودکار ہتھیار پکڑے جا چکے ہیں اور اسی سندھ کا ایک جادو پیپلز پارٹی بھی ہے جو پیدا سندھ میں ہوئی پنجاب میں پروان چڑھی اور اب پھر سندھ میں ہی منقار زیر پر ہونے کو ہے اسی پیپلز پارٹی کے بانی جناب ذوالفقار علی بھٹو نے مشرقی پاکستان کو اپنے اقتدار کی بھینٹ چڑھایا ادھر تم ادھر ہم کا نعرہ لگایا بقول بے نظیر "پاکستان کو بکھرنے سے بچانے کیلئے یہ نعرہ لگایا گیا تھا مگر مخالفوں نے اس کا رخ بدل دیا"۔ پہلے تو کبھی تسلیم ہی نہ کیا تھا۔ مگر اب "معانی ومفاہیم" کی ترتیب بدل کر تسلیم کر لیا۔ جس سے اس بات کی امید بندھ گئی ہے کہ بے نظیر بھٹو مستقبل میں حالات کے ماتحت مزید بہت کچھ تسلیم کر لیں گی۔

بے نظیر بھٹو کا نیا سیاسی رخ

بے نظیر بھٹو نے اسمبلی میں "نونو" اور "گوگو" کی چوگان کھیلی جو پاکستان کی سیاسی تاریخ کا پہلا "سیاسی کارنامہ" ہے جس سے ایک بات کھل کر سامنے آگئی کہ پی پی پی اپنے دستور و منشور سے بھی منحرف ہو گئی ہے اور پی پی پی اسمبلی میں بھی سٹوڈنٹس پالیٹکس پر کاربند ہونے پر یقین رکھتی ہے۔ جو بات پی پی پی اپنے لئے پسند نہیں کرتی وہ دوسروں کیلئے کیوں پسند کرتی ہے کیا یہی وہ جمہوریت ہے جس کیلئے بی بی چھ ماہ سے چلا رہی ہیں۔ دنیا بھر میں جمہوریت کی تاریخ میں ایسے رویوں کی کہیں بھی تائید نہیں ملتی ہم سمجھتے ہیں کہ بے نظیر کی اس منفی روش سے خود پیپلز پارٹی کو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے اس پر مستزاد یہ کہ بے نظیر نے ۷۳ء کے متفقہ آئین کی نفی کر کے جہاں اپنے "عظیم" والد کی توہین کی وہیں بغاوت کی طرف بھی قدم بڑھایا ہے مزید یہ کہ ان دونوں رویّوں سے بے نظیر نے مارشل لائی قوتوں کو دعوتِ عام دی ہے جبکہ پی پی پی کا دعویٰ ہے کہ وہ چاروں صوبوں میں ایک مضبوط سیاسی قوت کی مالک ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے جو پارٹی چاروں صوبوں میں ایک طاقت رکھتی ہو اسے آئین توڑنے کی بات کیونکر زیب دیتی ہے اس ژولیدہ گفتگو کے بین السطور کچھ ایسا معنی خیز مواد تلملاتا نظر آتا ہے۔ جس میں اقتدار محض اقتدار کی بات مضمر ہے۔ ۲۰ ماہ کے نابالغ اقتدار کی مچلتی آرزوئیں اس آئین کی چھاؤں میں اگر پایۂ تکمیل کو

نہ پہنچ پائیں تو آئین ہی توڑ دیا جائے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر بے نظیر صاحبہ کو اقتدار نہ ملے تو ملک ہی توڑ دیا جائے کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری اور یہی تمنائیں ہندستان امریکہ اور ڈوبتے ہوئے روس کی بھی ہیں۔ بش نے تو عراق کا بھُرکس نکالنے کے بعد واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ "اب دنیا کا جغرافیہ بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے" عراق کے بعد امریکی حرص و آز کی نظریں صرف پاکستان پر مرکوز ہیں بے نظیر امریکہ سے واپس آنے کے بعد اسمبلی میں ادھم مچاتی اور آئین توڑنے کی بات کرتی ہیں کہیں یہ جغرافیائی تبدیلی کی علامت تو نہیں ؟ کہ علامتیں وجود سے پہلے جنم لیتی ہیں اور آج کل کی سیاست تو تمام تر علامتی سیاست ہے "ادھر ہم ادھر تم" بھی علامتی الفاظ تھے جنہوں نے ہمارا جغرافیہ بدل کرر کھ دیا تھا سابقہ علامت کا نمائندہ باپ تھا اور اب بہت سی علامتوں کی نمائندہ اسی عظیم باپ کی عظیم بیٹی ہے۔

وینا حیات

پاکستان جب سے معرض وجود میں آیا تب سے آج تک پاکستان کی اے کلاس نے دین کی مخالفت کو اپنا قومی شعار بنایا ہوا ہے اسلامی شعائر کی توہین ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ "پب اور کلب" کی تہذیب کے نمائندے ماڈرن سولائزیشن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں۔ پردہ، ایک سے زائد شادیاں، عورت کا گھر میں رہنا، خاوند کی اطاعت، دینی اقدار کا احترام ان کیلئے عذابِ جاں ہے۔ بے پردگی، مخلوط مجالس، سوئمنگ پول کی ممبر شپ، گیمز میں حصہ، کلبوں کی ممبر شپ، آوارہ خرامی اور دیگر جدید اقدار کو اپنانا ان کیلئے راحت جان ہے اس پر مستزاد یہ کہ عورت گاتی ناچتی ہے ثقافتی طائفوں میں بیرون ملک اور اندرون ملک شو آف پرفارمینس کیلئے "شوقیہ" شغل کرتی ہے مردوں سے گھل مل کر سفر کرنے، گپ بازی اور مجلس آرائی کو نسوانی حق سمجھتی ہے ایسا غلیظ اور بدبودار معاشرہ پیدا کرنے والے لوگ اب اس معاشرہ کی گھناؤنی حرکتوں سے گلہ کریں تو کیوں؟ تم نے عورت کے چار مقدس رشتوں، ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کو پامال کیا اور پانچواں رشتہ "دوستی" تخلیق کیا۔ تو اب اس رشتہ کے تخلیق کار چیختے ہیں تو کیوں؟ بڑے صاحب کا جب "شیڈولڈ" پروگرام بنتا ہے تو اس میں عورت کا وجود اس کی محفل کا سرکاری حصہ ہوتا ہے اس حصے پر اگر کوئی جھپٹتا لپکتا ہے تو گلہ کیوں؟ اور فریاد کس سے؟ یہ وہ آموختہ ہے جو آپ کو سننا ہوگا

اجاڑ موسم میں ریت دھرتی پہ فصل بوئی تھی چاندنی کی
اب اسمیں اگنے لگے اندھیرے تو جی میں کیسا ملال رکھنا

یا تو حکمران، سیاستدان اور جاگیر دار سرمایہ دار دین کو قبول کریں اور تمام دینی اقدار کو اپنے اوپر نافذ کریں اگر انہیں یہ منظور نہیں تو پھر وینا حیات کیساتھ زیادتی کوئی انوکھی اور انہونی بات نہیں پاکستان کا مذکورہ طبقہ روزانہ لاکھوں غریب عورتوں کی عزت لوٹتا ہے مگر قانون ٹس سے مس نہیں ہوتا غیرت نام کی کوئی سی شے ان اداروں میں دکھائی نہیں دیتی انصاف نام کو نہیں ملتا۔ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ اس حادثہ پر واویلا اور چیخ و پکار کیوں؟ اسکی وجہ صرف اور صرف "کلاس" ہے وینا حیات جس کلاس کی عورت ہے اس کلاس کو تکلیف ہوتی ہے اس کیس نے

جلیانوالہ باغ کیس کی یاد تازہ کر دی انگریز نے ہندوستانیوں سے اس لئے انتقام لیا تھا کہ ہندوستانی اس کے نزدیک سی کلاس کا نمائندہ تھا اور اس نے ایک فرنگی زادی کا نشہ ہرن کر دیا تھا اس کے سوا اس کا بھی کوئی قصور نہیں تھا اور وہ فرنگی زادی بھی کوئی عفیفہ و پارسا نہ تھی اور نہ ہی وصل کی لذتوں سے ناآشنا!

روس کا ارتحال

۱۹۱۷ء میں منیشویک میں انقلاب کو بالشویک انقلاب میں تبدیل کرنے والے ۱۹۹۱ء میں صفحۂ ہستی سے مٹ گئے تب ٹراٹسکی کو سٹالین اور لینن نے سکرین سے ہٹایا تھا اب یلسن نے گورباچوف کو اعزاز کے ساتھ دفنا دیا ہے کریملن کے گنبد سے درانتی ہتھوڑے والا سرخ فلیگ اتار دیا گیا ہے اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئیگا، کوئی کمیونسٹ نہیں آئیگا کمیونزم نے انسان کو ارتقا و بقا کی بجائے تنزل، بھوک، درندگی اور وحشت دی ہے۔ بھوک دور کرنے اور معاشی خوشحالی کیلئے جو انقلاب برپا کیا گیا تھا وہ پھر بھوک افلاس اور قلاشی کی زد پہ لا کر کریملن کے سامنے بیچ چوراہے کے ہنٹ دیا گیا ہے روس میں پھر وہی صورت حال ہے جو پہلے کبھی تھی سیاسی طالع آزما پھر "اصلاحات" کے نام پر برسرِ اقتدار ہیں اور عوام رو بہ زوال، جس مذہب کو افیون کہا گیا، معبد مقفل کئے گئے یا اصطبل اور شراب خانے بنا دیئے گئے تھے آج پھر وہی دین، اہل اسلام کے دلوں میں اٹھکیلیاں کر رہا ہے۔ ان اہل اسلام کے نزدیک معاشی بدحالی کا علاج اللہ و رسول کی اطاعت ہے اعمال نبوی پر عمل مسلسل ہے وہ گردشِ ایام کو اپنے روشن ماضی کی طرف لوٹا رہے ہیں گزشتہ دنوں شیخ عبدالقادر مرغیلانی سے ہمارے ایک ثقہ ساتھی کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ انہیں مرغیلان اور بخارا جاتے ہوئے دوسرا سال ہے اس سال انشاء اللہ حج بیت اللہ کیلئے ۵۰۰۰ مسلمان آئیں گے اور یہ تمام صورتحال افغانستان میں جہاد اسلامی کا نتیجہ ہے جو کفار کے حق میں منفی ہے اور مسلمانوں کے حق میں مثبت۔ اس کے ساتھ ہی سب سے اہم بات جو پاکستانی حکمرانوں کیلئے انتہائی فکر کی بات ہے وہ یہ کہ روس کی تمام مسلم ریاستوں کو فوراً تسلیم کر کے ان کے ساتھ اقتصادی تعاون کیا جائے اور دینی وفود سرکاری سطح پر بھیجے جائیں اور اس بات کو بین الاقوامی سطح پر لے جایا جائے کہ روسی اسلحہ اور تیل پر یہودی و نصرانی قبضہ نہ کر پائیں۔

جسٹس کارنیلیس آنجہانی

پاکستان میں عدل و انصاف کے سب سے بڑے عہدے پر متمکن ہونے والا ایک عیسائی جس نے بائبل کی ہدایات اور احکام پر عمل کرتے ہوئے اپنے عہد میں بہت منصفانہ فیصلے کئے اور بڑا نام پایا اب وہاں جا چکا ہے جہاں اسے بھی ایک عظیم و لازوال عادل و منصف کے حضور پیش ہونا ہے آہ! اتنا منصف مزاج جج اپنی ذات کے ساتھ انصاف نہ کر سکا کارنیلیس آج جہاں ہے وہاں محمد رسول اللہ کی حکمرانی ہے وہاں فیصلے آپ کی شریعت کے مطابق ہوں گے وہاں کا انصاف توحید پر مبنی ہے کارنیلیس اپنے دامن میں تثلیث کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتے ان کے بعد آنے والے بہت سے جج چلے گئے اور بہت سے برسرِ کار ہیں انہیں اس حادثہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ جہاں کارنیلیس پہنچے ہیں اور بڑا نام کما کے پہنچے وہیں موجودہ ججز کو بھی جانا ہے اور وہاں بڑا نام نفع نہیں دیگا بڑا کام نفع دیگا جو توحید رسالت ختم نبوت اور قیامت کی بنیادوں پر تعمیر ہوتا ہے۔

مولانا ظفر احمد انصاری رحمتہ اللہ علیہ

مولانا شبیر احمد عثمانی اموی کے دست راست جمعیتہ العلماء ہند کے مقابلہ میں جمعیت العلماء اسلام کے بانی تقسیم ہند اور تحریک پاکستان کے زبردست داعی پاکستان میں دینی اقتدار کے علم بردار، اول و آخر مسلم لیگی، عقیدے کے سچے دھن کے پکے اور کام کے دھنی تھے قرار داد مقاصد کو پاکستان کے آئین کا دیباچہ بنانے والوں میں سرِ فہرست آپ کا نامِ نامی آتا ہے اسلام اور جمہوریت کا معرکہ فکر و نظر ہو یا اسلام اور سوشلزم کی جدلیاتی جنگ مولانا اسلام کے ہراول دستہ کے امیر نظر آتے ہیں۔ ۲۰ دسمبر کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مولانا بہت ہی مرنجاں مرنج قسم کے بزرگ تھے نظریاتی سرحدوں پر زندگی بھر ڈٹے رہے لیکن مزاحمت کا رخ لیکر نہیں مفاہمت کے اسپ سوار تھے مولانا طبقاتی جنگ کے سخت خلاف تھے خصوصاً مذہبی طبقہ واریت سے سخت نفور تھا آپ نے زندگی بھر بریلوی دیوبندی غیر مقلد کے فروعی تنازعات سے دامن بچائے رکھا بلکہ ان طبقات میں فاصلے کم کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔ خصوصاً ۲۲ نکات تمام مذہبی طبقات کی طرف سے متفقہ آئینی اساس مہیا کرنے والے علماء کرام میں آپ کی کدوکاوش اور جدوجہد بہت ہی مثالی ہے مرزائیوں کی اینٹی سٹیٹ اور سراسر خلاف اسلام سرگرمیوں کی وجہ سے مجلس احرار اسلام کی برپا کی ہوئی تحریک ختم نبوت میں مرزائیوں کو اقلیت دیئے جانے کے ۲۳ویں نکتہ کا اضافہ کرنے والی علماء کی میٹنگ میں بھرپور کردار ادا کیا اور بہت سے سرکاری بینچوں کی مخالفت کی پروانہ کرتے ہوئے علماء احرار کی خدمات کو سراہا۔

اللہ تعالیٰ ان کی دینی مساعی کو قبول فرمائے اور اجرِ آخرت میں سے حظِ وافر نصیب فرمائے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

اعلان

حضرت مولانا محمد عبدالحق چوھان مدظلہ کے تحقیقی مضمون "منصب صحابہ" کی دوسری قسط اس مرتبہ شامل اشاعت نہیں، آئندہ شمارے میں مکمل مضمون ہدیہ قارئین کیا جائے گا

(ادارہ)

ادارہ

جیون کیسے بتائیں؟

حدیث رسول ہاشمی کی روشنی میں (صلی اللہ علیہ وسلم)

وعن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخصف نعلہ و یخیط ثوبہ ویعمل فی بیتہ کما یعمل احدکم فی بیتہ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے خود تہ کرتے تھے، اپنے کپڑے خود سینتے تھے اور اپنے گھر میں کام کرتے تھے جیسے تم لوگ اپنے گھر میں کام کرتے ہوئے

وقالت کان بشراً من البشر یفلی ثوبہ و یحلب شاتہٗ و یخدم نفسہٗ

آپ انسانوں میں ایک انسان تھے اپنے کپڑے خود دیکھتے تھے اپنی بکری خود دوہتے تھے، خود اپنی جسمانی خدمت کرتے تھے۔

- - - - - - - - - -

وفی الجامع

کان یجلس علی الارض ویأکل علی الارض و یعتقل الشاة و یجیب دعوة المملوک علی خبز الشعیر

اور جامع میں ہے

——— آپ زمین پر بیٹھتے تھے، آپ زمین پر ہی کھانا کھاتے تھے آپ بکری خود باندھتے تھے آپ غلاموں کی دعوت نانِ جویں پر بھی قبول کرتے تھے۔

- - - - - - - - - -

۳: وروی ابن عساکر عن ابی ایوب رضی اللّٰہ عنہ کان یرکب الحمار ویخصف النعل ویرقع القمیص ویلبس الصوف ویقول من رغب عن سنتی فلیس منّی۔

اور ابن عساکر نے سیدنا ابوایوب رضی اللّٰہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ گدھے پر سوار ہوتے آپ جوتا خود ٹھیک کرتے تھے، آپ قمیص کو پیوند خود لگاتے تھے آپ موٹا جھوٹا پہنتے تھے اور آپ فرماتے تھے جس نے میرے طریقہ سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

۴: ویرکب الحمار وفی روایۃ عریا۔

سیدنا انس رضی اللّٰہ عنہ راوی ہیں کہ آپ گدھے کی سواری کیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے گدھے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔

۵: سیدنا انس رضی اللّٰہ عنہ راوی ہیں کہ

لقد رأیتہ یوم خیبر علی حمار۔

میں نے آپ کو خیبر کی جنگ کے دن گدھے پر سوار دیکھا۔

ابن الملک کہتے ہیں ان روایات میں اس بات کی بڑی واضح دلیل ہے کہ گدھے کی سواری سنت ہے اور اگر کوئی ناک منہ چڑھائے جس طرح ہندوستان کے بعض جہلاء اور متکبرین کرتے ہیں۔

فھو اخس من الحمار

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۱ ص ۹۴)

تو ایسا شخص خود گدھے سے زیادہ خسیس ہے۔

قمر الحسنین۔

تجزیہ

اسلامی اتحاد

پاکستان میں مذہبی طبقات کی سر پھٹول اور سیاسی ناتجربہ کاری کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی فکری پریشانی اور عملی زندگی کے کھوکھلے پن نے کچھ لوگوں کو یہ بات سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ دین کی نام لیوا جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر بہر نوع جمع ہو جانا چاہیئے۔ یہ فکر بہت ہی خوش آئند ہے اور اس موضوع پر گفت و شنید مجلس آرائی اور بحث و تمحیص ایک مبارک و مسعود عمل ہے۔ نیکی کی قوتیں اگر مل بیٹھیں اور قالب اگرچہ الگ ہی کیوں نہ رہیں پھر بھی یہ ایک طاقت کا روپ اختیار کر سکتی ہیں اور موجودہ دور جو طاقت کے سامنے ہی جھکتا ہے اس دور کے سیاسی نٹ کھٹوں کو جھکایا جا سکتا ہے اور دین کی بات منوائی جا سکتی ہے بنیاد پرستی کا طعنہ دینے والے وسیع البنیاد بوالہوس جو ہر پانچ برس بعد دینی جماعتوں کی تفریق سے فائدہ اٹھا کر بلا شرکت غیرے اقتدار کے مرگھٹ پر انہیں قربان کر دیتے ہیں۔ انہیں لگام دی جا سکتی ہے۔ جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے امت نے ہمیشہ علماء کرام سے بہتری کی توقع وابستہ کئے رکھی مگر علماء دین نے سرمایہ دار اور جاگیر دار سیاست دان کے بھرے میں آ کر دینی مفادات کو پس پشت ڈال کر سیاسی حکمت عملی کے ماتحت وقتی مفادات کو ترجیح دی اور مختلف عناصر خبیثہ کے ساتھ ہو لئے ابھی قریب کی بات ہے کہ علماء کے ایک طبقہ نے اپنے ماضیٔ مرحوم کی روایات کے ماتحت دولتانہ، ایوب خان وغیرہ کا ساتھ دیا تو علماء کے ہی دوسرے گروپ نے اپنی ۳۵ء کی وابستگیوں کی مکروہ یادوں کو دوبارہ زندہ کیا اور ولی خان اور بھٹو کا نہ صرف یہ کہ ساتھ دیا بلکہ ان کے ہر اول دستہ کے طور پر تمام خانقاہوں، مسجدوں، اور دینی مدارس تک کو اس سیاسی آگ میں جھونک دیا۔ اپنی ذات کے سارے درد اور برسوں سے چھپی ہوئی آرزوں تمناؤں اور خوابوں کو صورت گری کے مرحلے میں داخل ہوتا دیکھ کر ہیرخ اٹھے۔

مفتی بھٹو اور ولی۔ مل بیٹھے تو ناؤ چلی

اور اس اندھا دھند دوڑ دھوپ میں علماء کے وابستگان نے ہی اپنے مخالف علماء کو وہ بے نقط سنائیں کہ حیا سرنگوں ہو گئی، فاسقوں اور فاجروں کی محبت علماء کے سر پر مور پنکھی ناچ ناچنے لگی درمیان میں کچھ عرصہ ان کی باہمی آویزشوں کی کمی کا بھی آیا مگر قومی و علاقائی تعصبات نے اس آگ کو پھر بھڑکا دیا، نتیجہ پھر فاسق و فاجر سیاستدانوں کے حق میں گیا علماء پھر تقسیم در تقسیم کا زہر بانٹنے میں مصروف ہو گئے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ہر تفریق کار اپنے عمل تفریق کو اپنے تقدس کے حوالہ سے پیش کرتا رہا میں نہایت ادب سے کہوں گا کہ ابھی اس آگ کی چنگاریاں سلگ رہی ہیں۔ بجھی نہیں ہیں۔

علماء کرام اگر مذہبی طبقات میں اتحاد کے لئے مخلص ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ سابقہ۔

(۱)۔ سیاسی جدال اور اس کی انتقامی صورتوں کو ختم کریں۔

(۲)۔ اپنے فرماں برداروں کو باہمی احترام اور عفو و در گزر کا حکم دیں۔

(۳)۔ دینی اداروں کو فاسقوں، فاجروں کی فرودگاہ نہ بنائیں۔

(۴)۔ سیاسی نٹ کھٹوں اور ٹوڈیوں سے کبھی بھی نہ مل بیٹھنے کا فیصلہ کریں۔

(۵)۔ مذہبی زعما سیاسی رویوں اور سیاسی واردات سے "توبہ" کریں۔

(۶)۔ علماء کرام، علماء اسلام بنیں۔ علماء جمہوریت نہ بنیں۔

(۷)۔ علماء کرام اپنے اندر وہ کریمانہ اخلاق پیدا کریں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی زینت ہیں اور جنہیں علماء کرام اپنے درسوں وعظوں میں خوب خوب بیان فرماتے ہیں۔

(۸)۔ قومی سطح کے مسائل پر انفرادی رائے نہ دیں بلکہ ایک متفقہ رائے کی صورت میں امت کی رہنمائی کے جذبہ سے گفتگو کریں۔

(۹)۔ جدید فرنگیانہ سیاست کا ٹاٹ لپیٹ کر الیکشن کو خیر باد کہہ کر تبلیغ و جہاد کی اساس پر اپنی دینی سیاست کا آغاز کریں۔

(۱۰)۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر محض اللہ کی رضا کے لئے صحابہ کرام کی طرح کام کریں۔

ماضی میں اتحاد کی جتنی کوششیں ہوئیں وہ تمام تر سیکولر بنیادوں پر تھیں جن کا ٹوٹ پھوٹ جانا اس نظام کا فطری حصہ ہے جس اتحاد کے بانی سیاسی کہہ مکرنیوں کو سیاست کا اصول قرار دیں اور دوستی و دشمنی کا جن کے ہاں کوئی معیار ہی نہ ہو وہ لوگ کس طرح "متحد" ہو سکتے ہیں۔ جن لوگوں کی باگ ڈور "اجنبیوں" کے قبضہ و تصرف میں ہو وہ کسی اتحاد کو کیوں کر بقاء دے سکتے ہیں۔ اور علماء کرام ان سے کیوں توقعات وابستہ رکھتے ہیں۔ علماء متحد ہو کر ہی منزل پا سکتے ہیں۔ سیاسی "عزم و ہمت" رکھنے والے سیکولرسٹوں کے یارانہ سے کبھی منزل مقصود تک نہ پہنچ پائیں گے۔ کیوں کہ ان کی اپنی منزل ہی نہیں جبکہ وہ لوگ ۵۶ء سے ۹۱ء تک کے وسیع تجرباتی عہد سے گزر کر بھی منزل پانا تو در کنار راہ منزل میں ہی بھٹک کر رہ گئے ہیں۔ ہمارے دینی طبقات کا سب سے بڑا حادثہ ہی یہ ہے کہ ہم بار بار ان فاسق و فاجر سیاسی لم چھڑوں سے اپنے تعلقات استوار کرتے ہیں اور ہر بار ہزیمت و ادبار کا منہ دیکھتے ہیں مگر اپنی روش کو چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔

تقسیم ملک سے قبل بھی علماء کرام نے پورے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ دو سیکولر لیڈروں کا ساتھ دیا ایک طبقہ اپنی تمام تر علمی وجاہت و ثقاہت کے ساتھ محمد علی جناح کے ساتھ تحریک پاکستان کا سرگرم رکن بن کر رہ گیا یعنی

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اور دوسرا طبقہ بھی اپنی تمام تر علمی وجاہت و ثقاہت سمیت

"گوشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں"

گاندھی کی سادھی پر پھول چڑھانے لگ گیا دونوں مقدس طبقوں کے ساتھ جو سلوک مسلم لیگ نے پاکستان میں اور کانگریس نے ہندوستان میں کیا وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں تاریخ کا حصہ ہے اور اس پر باحوالہ بحث و تمحیص کی جا سکتی ہے غرضیکہ یہ ایک بہت بڑا تجربہ تھا پاکستان میں علماء کرام اپنے اس المناک ماضی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی سمت متعین کر سکتے تھے مگر ایسا نہ ہو سکا جس کے بہت ہولناک نتائج برآمد ہو رہے ہیں آج پھر علماء کرام اسی ضغطہ کے عالم میں ہیں جبکہ مسلم لیگ نے پھر علماء و مشائخ ونگ کے قیام کا الارم بجا دیا ہے اور پی پی پی بھی علماء ونگ کا بگل بجا چکی ہے اب بھی اگر نہ جاگے تو پھر "علما و حق" کی جو رہی سہی ساکھ ہے وہ بھی خاک میں مل جائے گی!

سرورق کی کہانی

دمشق میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مزار

جہاں محکمہ اوقاف کی اجازت کے بغیر فاتحہ پڑھنے کی ممانعت ہے۔

سرورق پر شائع ہونے والی سیدنا معاویہ کے مزار کی تصویر دمشق سے ہمارے نمائندہ خصوصی نے دو سال قبل ارسال کی تھی جو نقیب کے ایک سابقہ شمارے میں شائع بھی ہو چکی ہے۔ مگر ملک بھر سے محبین اصحاب رسول علیہم الرضوان نے مسلسل اصرار کیا کہ مزار کے متعلق کچھ تفصیلات بھی قارئین تک پہنچائی جائیں

چند برس پہلے ممتاز عالم دین مولانا محمد تقی عثمانی اموی کا سفر نامہ "جہان دیدہ" کے نام سے شائع ہوا جس میں انہوں نے مزار سیدنا معاویہ پر اپنی حاضری اور وہاں کی صورت حال کو جس تفصیل سے بیان فرمایا ہے بعینہ وہی تفصیل ہمارے نمائندہ خصوصی نے بھی گزشتہ برس پاکستان میں اپنی آمد کے موقع پر بیان کی۔ ہم مولانا محمد تقی عثمانی اموی کے مشاہدہ و تحریر کو ہدیہ قارئین کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

"ہم نے جامع دمشق اور سوق الحمیدیہ کے آس پاس کچھ خریداری کی۔ شام کی قدیم طرز کی مٹھائیاں یہاں کی خاص چیز ہیں، جو خشک میوے سے مختلف طریقوں سے بنائی جاتی ہیں وہ لی گئیں اسی دوران ہمارے رہنما نے بتایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مزار بھی اسی علاقے میں ایک مکان کے اندر واقع ہے، چنانچہ وہ ہمیں کئی پیچ در پیچ گلیوں سے گزارتے ہوئے ایک پرانے طرز کے بوسیدہ مکان کے پاس لے گئے۔ دروازے پر دستک دی تو اندر سے ایک عمر رسیدہ خاتون نے جواب دیا ہمارے رہنما نے ان سے کہا کہ پاکستان سے کچھ لوگ آئے ہیں اور مزار کی زیارت کرنا چاہتے ہیں لیکن خاتون نے جواب دیا کہ اس کے لئے محکمہ اوقاف سے اجازت نامہ لینا ضروری ہے

معلوم ہوا کہ اس مزار کو حکومت نے عام زیارت کے لئے بند کر رکھا ہے اور وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بعض روافض یہاں آکر شرارت اور مزار کی بے حرمتی کا ارتکاب کرتے تھے لہذا محکمہ اوقاف نے یہ پابندی لگا دی ہے کہ اجازت نامے کے بغیر کسی کو اندر نہ بھیجا جائے۔

لیکن ہمارے ساتھ پاکستانی سفارت خانے کے عنایت صاحب بھی تھے انہوں نے اور ہمارے راہنما نے مل کر خاتون کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور احقر کا تعارف کرایا، اس پر خاتون نے اندر جانے کی اجازت دے دی

یہ ایک پرانے طرز کا مکان تھا جس کے لمبوترے صحن سے گزر کر ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا جس میں چند قبریں بنی ہوئی تھیں، ان میں سے ایک قبر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی بتائی جاتی ہے یہاں سلام عرض کرنے کی توفیق ہوئی"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین بالخصوص روافض کو ان کے خلاف پروپیگنڈے کا موقع مل گیا اور ان کے خلاف الزامات و اتہامات کا ایک طومار لگا دیا گیا جس میں ان کے فضائل و مناقب چھپ کر رہ گئے ورنہ وہ ایک جلیل القدر صحابی، کاتب وحی، اور ایسے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے کہ آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اسی لئے جب حضرت عبداللہ ابن مبارک سے پوچھا گیا کہ "حضرت معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے جواب دیا کہ: "حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک کی خاک بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

ابوسفیان تائب

امیر المومنین، امام المتقین، قاتل الکفار والمشرکین، خلیفہ راشد وعادل و برحق

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

کی پر عظمت مجاہدانہ زندگی ماہ وسال کے آئینہ میں

ولادت

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پانچ سال قبل ۶۰۸ء بمقام مکہ مکرمہ۔

قبولِ اسلام

قبولِ اسلام کے متعلق بروایت مشہور مؤرخ محمد ابن سعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں "عمرۃ القضاء" سے بھی پہلے اسلام لے آیا تھا، مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری والدہ کہا کرتی تھیں کہ اگر تم گئے تو تمہارا جیب خرچ بند کر دیا جائے گا۔ اسلام کی حقانیت جو کہ آپ کے دل میں جاگزیں ہو چکی تھی ۷ھ کو "عمرۃ القضاء" کے موقع پر رنگ لائی جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغرض زیارت و عمرہ "حرم کعبہ" تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والدین کی نظروں سے چھپ کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور بیت اللہ کی دیواروں کے سایہ میں قبول اسلام کی سعادت حاصل کی (الاصابہ، فتح الباری، تاریخ ذہبی)

کتابتِ وحی

۹ھ تا ۱۱ھ کتابتِ وحی کے مقدس منصب پر فائز رہے۔

عامل اردن مقرر ہوئے

۱۶ھ دورِ خلافت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

فتحِ قیساریہ

۱۷ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مجاہدینِ اسلام کا پندرہ ہزار کا لشکر "ایک لاکھ" رومیوں کے مقابلہ میں میدان قیساریہ میں اترا۔ اور بحیرۂ روم کے اس عظیم الشان ساحلی شہر کو فتح کر کے قلعہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا اس جنگ میں اسی ہزار رومی مارے گئے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اس فتح کی خوشخبری سنی تو بے ساختہ زبان سے "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند ہوا (ابن خلدون ۸۶/۴)

شام کے گورنر بنائے گئے

۱۸ھ دور خلافت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عسقلان اور طرابلس کی فتح

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۲۰ھ کے لگ بھگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فلسطین کے ان علاقوں کی طرف بڑھے جو فتح ہونے سے رہ گئے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے تاریخی اہمیت کے حامل شہر "عسقلان" کو بزور شمشیر فتح کر کے وہاں اسلامی پرچم سربلند کیا اور پھر ۲۴ھ میں جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتوحات کا سلسلہ اور وسیع کر دیا اور مختلف مقامات پر فوج کشی کا حکم دیا۔ سب سے پہلے طرابلس فتح ہوا۔ اس کے بعد ۲۵ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک لشکر جرار ساتھ لے کر خود آگے بڑھے اور انطاکیہ، طرطوس، شمشاط اور سلطیہ تک کے علاقے فتح کرتے ہوئے عموریہ تک چلے گئے اور ان علاقوں میں نئی بستیاں بسائیں، قلعے تعمیر کئے اور فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ (ابن اثیر ۱۹۳/۳)

پہلا اسلامی بحری بیڑا

۲۸ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا اسلامی بحری بیڑہ بحیرہ روم میں اتارا۔

فتح قبرص

۲۸ھ مطابق ۶۲۹ء سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلا بحری حملہ قبرص (سائپرس) پر کیا اور رومیوں کو شکستِ فاش دی۔ اس معرکہ میں آپ کی رفیقۂ حیات فاختہ بنت قرظ بھی ساتھ تھیں۔ نیز بعض جلیل القدر صحابہ مثلاً حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابوالدرداء، حضرت مقداد رضی اللہ عنہم بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت شریک جہاد تھے۔

۳۳ھ میں اہل قبرس نے معاہدے توڑ دیئے۔ اس لئے دوبارہ جنگ کی نوبت آئی۔ اس وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمندر میں جو بیڑے اتارے ان کی تعداد پانچ سو تھی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بحری بیڑا کتنا مضبوط تھا۔ (فتوح البلدان ۱۴۵)

شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو امیر المومنین، امام المتقین، خلیفۂ ثالث برحق، صاحبِ حلم و حیا، پیکرِ جود و سخا، سیدنا عثمان ذوالنورین سلام اللہ و رضوانہ کو انتہائی مظلومانہ حالت میں بے دردی و سفاکی سے شہید کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی امت مسلمہ میں قیامت تک کے لئے فتنہ و فساد کا مستقل دروازہ کھل گیا اور شہادت عثمان رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ چہارم برحق، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف اور جنگ و جدال کا باعث بنی۔

جنگ صفین

۳۶ھ مطابق ۶۳۷ء میں دونوں طرف سے نہ چاہتے ہوئے بھی منافقین کی فتنہ پردازیوں کے سبب جنگ صفین ہو کر رہی۔ اس انتہائی افسوسناک جنگ میں دونوں طرف سے ہزاروں مسلمان شہید ہو گئے۔

دور صلح و آشتی

۳۷ھ میں سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کی کوششیں شروع ہوئیں۔ آخر کار ۳۹ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا! "خونریزی بہت ہو چکی۔ آپئیے اس سے بہتر ہے کہ صلح کر لیں۔ میرے پاس شام و مصر رہے اور آپ کے پاس حجاز و یمن، عراق و فارس اور کرمان رہیں۔ نہ آپ مجھ پر حملہ کریں نہ میں آپ پر حملہ کروں "بات معقول تھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بخوشی تمام شرطیں منظور کر لیں، معاہدہ صلح لکھا گیا اور یوں انتشار کا دور ختم ہو کر محبت و مودّت اور وحدت کا دور شروع ہوا۔ (ابن اثیر ۳/۳۲۴)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع امت

بیس رمضان المبارک ۴۰ھ کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا اور اس کے بعد ربیع الثانی ۴۱ھ میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے تقریباً چھ ماہ خلیفہ رہنے کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بخوشی خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماعِ امت ہو گیا اور اس سال کا نام عام الجماعت رکھا گیا (فتح الباری ۱۳/۵۰)

۴۱ھ میں بلخ، ہرات اور بادغیس کی بغاوتیں کچلی گئیں۔ یہ علاقے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خودمختار ہو گئے تھے اور خراج دینا بند کر دیا تھا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان کو مطیع کیا اور بلخ کے مشہور آتش کدہ نوبہار کو خاکستر کیا۔

فتح کابل و غزنی

۴۳ھ میں حضرت عبداللہ ابن عامر اموی رضی اللہ عنہ نے کابل اور گرد و نواح کی بغاوتوں کی سرکوبی کی اور کابل کے جو علاقے ابھی تک فتح نہیں ہوسکے تھے ان کی طرف پیش قدمی کی اور مشہور قلعہ زران، طخارستان، زنج اور غزنی تک کا پورا علاقہ فتح کر کے وہاں تبلیغ کی اہم خدمات انجام دیں اور لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ (ابن اثیر ۳/۲۶۶)

فتح اہواز و قیقان

۴۴ھ میں مجاہدِ اسلام مہلب بن ابی صفرہ نے کابل اور ملتان کے درمیان واقع شہر اہواز اور قیقان (کوکن) کو فتح کیا اور یہاں کا والی عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن سوار عبدی رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا اس وقت تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت جانبِ غرب قیروان اور جانبِ شرق سندھ تک پھیل چکی تھی (ابن اثیر ۳/۳۵۰، سیر الصحابہ ۶/۸۳)

فتوحات افریقہ

۴۷ھ میں افریقہ کی طرف پیش قدمی ہوئی اور زبردست فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۴۷ھ سے ۵۰ھ کے درمیان کا واقعہ ہے افریقہ کے اس مفتوحہ علاقے میں خلیفۃ المسلمین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ایک عظیم الشان شہر بسایا گیا جس کا نام قیروان رکھا گیا۔ قیروان کی تاسیس کے سلسلہ میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے کہ جس وقت

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے اس علاقہ میں شہر بسانا چاہا تو وہاں خونخوار درندوں سے بھرا ہوا ایک جنگل تھا۔ چنانچہ سپاہی بہت خائف ہوئے تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تم خدا کے لشکر ہو، دنیا فتح کرنے چلے ہو، تمہارے ضمیر میں ناکامیوں کی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ کہتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ساتھ لی اور بڑے خشوع خضوع سے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر بڑی رقت سے خدا کے حضور دیر تک دعا مانگی اور اس کے بعد نہایت بلند آواز سے کہنے لگے: اے سانپو، اے درندو، اے بھیڑیو، اے شیرو اور اس جنگل میں رہنے والے تمام درندو!! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور ان کے غلام ہیں اور یہاں اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اسلام کی حفاظت کے لئے ایک شہر بسائیں! بس ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم تین دن کے اندر اس زمین کو خالی کردو اور بندگانِ خدا کو یہاں آباد ہونے دو۔ اس آواز کے سنتے ہی تمام درندے قطار در قطار نکلنے لگے اور دو روز میں سارا جنگل خالی کر دیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر افریقہ کے ہزاروں بربر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ غرضیکہ شمال کے تمام ساحلی علاقے مصر سے لے کر بحر اوقیانوس تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر اقتدار آ گئے اور تین چار سال کے عرصہ میں قیروان کے بعد سوڈان بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا (اعلام الاسلام ۲۷۴)

قسطنطنیہ پر حملہ

۴۹ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی زیر امارت قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا اور دوسرا لشکر اپنے بیٹے یزید کی ماتحتی میں بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت ابو ایوب انصاری حضرت عبداللہ ابن زبیر، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن جعفر اور حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما جیسے عظیم و جلیل القدر اور بزرگ صحابہ کرام شریک تھے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ!! میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا اس کی مغفرت ہے۔ دوسری حدیث یوں ہے۔ کیا اچھی وہ فوج ہوگی اور کتنا اچھا وہ امیر ہوگا جو ہرقل کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے لوگ ہیں جو سمندر میں فی سبیل اللہ (جہازوں پر) سوار ہیں۔ ان کی مثال یوں ہے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب غزوہ فی البحر ۲۴۲/۲، فتح الباری ۴۱۰/۱) جہاد قسطنطنیہ کے اسی سفر میں میزبانِ رسول سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی جب آپ کا وقت آخر قریب ہوا تو آپ نے امیر لشکر یزید سے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ دشمنوں کی سرزمین میں جہاں تک لیجا سکو لے جا کر دفن کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت یزید جنازہ لے کر چلا اور لڑتے بھڑتے قلعہ کی فصیل تک پہنچ گیا۔ یہانتک کہ خاص فصیل کے نیچے آپ کو سپرد خاک کیا۔ (ناسخ التواریخ ۶۶/۶)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بشارتوں سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے قبرص فتح کیا اور سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔ علامہ ابن تیمیہ اور محدث المہلب اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں" یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے اور تمام مجاہدین کی فضیلت میں ہے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے بحری جہاد کیا۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب غزوہ فی البحر، منہاج السنۃ ۲۵۲/۲، ابن کثیر، تاریخ ذہبی، ۱/۳، تاریخ الامت ۲۰/۳)

فتح روڈس وارواڑ

۵۳ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بحری لشکر نے جزیرۂ روڈس کی طرف رُخ کیا اور مشہور ماہر جنگ حضرت جنادہ ابن امیہ رضی اللہ عنہ نے اس سرسبز وشاداب جزیرے کو فتح کر کے یہاں مسلمانوں کی ایک بستی بسائی۔ فتح روڈس کے بعد ۵۴ھ میں دوسرا جزیرہ ارواڑ بھی فتح ہوا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے یہاں بھی ایک بستی بسائی گئی جو تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے (فتوح البلدان)

ولیعہدیٔ یزید

۵۶ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام صوبوں کے اشراف و سادات کے ساتھ چار سال کی مسلسل مشاورت کے بعد اپنے بیٹے یزید کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ ساری اسلامی سلطنت کے اربابِ رائے نے ولی عہدی کی تائید کی۔ صرف مدینہ سے پانچ چھ حضرات نے مخالفت کی۔ اس سلسلہ میں ایک اہم اعتراض سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی سنت چھوڑ کر قیصرو کسریٰ کی بدعت اختیار کی لیکن اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا، اگر باپ کے بعد بیٹے کا جانشین ہونا بدعت ہوتا تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد جانشین خلافت ہرگز نہ ہوتے جبکہ اکابر سادات اور اصحاب مبشرہ موجود تھے۔ (المسعودی ۲/۵۰، عقد الفرید ۲/۷۲۳ تاریخ الامت ۲۳/۳، الامامت والسیاست ۱/۱۹۸)

وفات

۶۰ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ جب وقت رحلت قریب ہوا تو اھل و عیال کو وصیتیں کیں۔ اپنے بیٹوں سے فرمایا " دیکھو تم ہر رنج و مصیبت میں خدا کا خوف دل سے نہ نکالنا، کیوں کہ جس کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے وہ مصائب و آلام سے محفوظ رہتا ہے اور جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں اس کا کوئی مددگار نہیں"

یزید کہیں جہاد پر گیا ہوا تھا اس کو بلوا کر نصیحت کی: بیٹا! اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا اچھے لوگوں کا لحاظ رکھنا، ان کی توہین مت کرنا، ان کے ساتھ غرور و تکبر سے پیش نہ آنا، ہر ممکن نرم برتاؤ کرنا جب کوئی کام کرنا تو نیک، متقی اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرنا اور یہ جو رائے دیں اس کی مخالفت نہ کرنا۔ اپنے نفس کی حفاظت کرنا۔ نماز سے غافل نہ ہونا۔ حرمین شریفین (مکہ مدینہ) والوں کی عزت و بزرگی کو پہچاننا۔ یہی تمہارے دین کی جڑ اور تمہارے اہل خاندان ہیں اور اے بیٹا ---- حسین ابن علی رضی اللہ عنہ بڑے بھولے اور سادہ مزاج ہیں۔ ہمارے بعد کوفہ والے ان کو تمہارے خلاف بھڑکائیں گے۔ یاد رکھنا! اگر وہ تمہارے مقابلہ میں نکلیں تو ان کے ساتھ در گزر سے کام لینا، عزت و تکریم سے پیش آنا وہ جگر گوشۂ رسول ہیں اور تمہارے قرابت دار ہیں۔ ابن کثیر (۸/۲۲۹، طبری ۵/۱۹۶) پھر گھر والوں کو حکم دیا کہ ہمارے مال کا نصف حصہ بیت المال میں داخل کیا جائے پھر خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور رو کر کہنے لگے! باری تعالیٰ تو نے فرمایا ہے----

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء ○

اللہ اس کی مغفرت نہیں کرتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے اور اس کے ماسوا جس کو چاہے بخش دے۔

(بقیہ ۲۷ پر)

اہلِ سنّت کا روپ دھار کر رافضیّت و سبائیّت پھیلانے والے مذہبی بہروپیوں کا مکمّل

پوسٹ مارٹم معرکۂ حق و باطل میں ایک حق پرست عالمِ دین کی صدائے رستاخیز

فتنۂ سبائیت کے تابوت میں پہلا کیل ⊖ باطل کے ایوانوں میں رعد کی گونج

سبائی فتنہ

(جلد اوّل) مصنّف :۔ حضرت مولانا ابو ریحان سیالکوٹی مدظلہٗ

ایک تہلکہ خیز کتاب ★ ایک علمی محاسبہ

جس میں ۔۔۔۔!

○ اِسلام کے خلاف یہودیوں، سبائیوں اور رافضیوں کی گھناؤنی سازشوں کو طشت ازبام کیا گیا ہے ○ مقام و منصبِ صحابہ کرامؓ کو مجروح کرنے والے سبائی ایجنٹوں اور رافضی گماشتوں کے مکروہ چہروں کی نقاب کشائی کی گئی ہے ○ صحابہ کرامؓ کے بارے میں دو ذہنی پیدا کرنے والے نام نہاد تقدس مآبوں اور نسبتوں کے بیوپاریوں کے فکری مغالطوں اور علمی بے مائیگی کا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے ○ علم کے نام پر جہالت اور حق کے نام پر باطل افکار پھیلانے والوں کی فتنہ سامانیوں کو تار تار کر دیا گیا ہے۔ خلافتِ راشدہ اور خطاءِ اجتہادی جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ صفحات : ۵۷۶، خوبصورت جلد، کمپیوٹر کتابت اعلیٰ طباعت۔ جنوری ۱۹۹۲ء میں منظر عام پر آ رہی ہے۔ اپنا آرڈر جلد ارسال کریں۔

بُخاری اکیڈمی ، دارِ بنی ہاشم ، مہربان کالونی مُلتان

مقامِ ابوبکر صدیقؓ

مجلس احرارِ اسلام کے پروگرام "تعمیرِ فکر" کے سلسلہ میں تحصیل میلسی کا تبلیغی دورہ

میراں پور، فکر شاہ، لکڑی کلاں، بستی جھنڈیر میں سیّد عطاء المحسن بخاری ناظمِ اعلیٰ مجلس احرارِ اسلام کا خطاب

خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں سینکڑوں فیصلے فرمائے لیکن ان میں تین فیصلے اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت عظیم ہیں اور قیامت تک قومی سطح کے فیصلے ہیں آپ مرض الموت میں ہیں اور بہت تکلیف میں بھی اس حالت میں آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے اٹھا کے بیٹھاؤ آپ کی زوجہ عالیہ سیدہ صدیقہ نے آپ کو اپنے سہارے پر بٹھایا اسی حالت میں نماز کا وقت آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ باہر میرا حکم بھجواؤ کہ ابوبکر نماز پڑھائے اپنے سرتاج کی خدمت میں عرض کرتی ہیں کہ "میرے والد بہت ہی نرم دل کے بزرگ ہیں آپ کی موجودگی میں انہیں مصلے پر کھڑے ہونے کی ہمت نہ ہوسکے گی تین مرتبہ یہی مکالمہ ہوا اور تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر

اللہ تعالیٰ اور ایمان والے ابوبکرؓ کے ماسوا کا انکار کرتے ہیں یعنی اللہ کو اور اہل ایمان کو یہ پسند ہی نہیں کہ مصلے پر کوئی اور بھی کھڑا ہو۔ کوئی اور اس مقام و مرتبہ کا بزرگ ہی نہیں ہے جو اس اہم فرض سے عہدہ برا ہوسکے کیونکہ یہ فیصلہ پوری امت کے مستقبل کا فیصلہ تھا وقتی اور ہنگامی نہیں پھر ابوبکرؓ نے ۱۷ نمازیں پڑھائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام قبیلوں نے بنو تیم کے اس شخص اعظم کی اقتداء قبول کی اس پر مکمل اتفاق ہوا سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب سیدنا علیؓ بن ابی طالب سیدنا عقیلؓ بن ابی طالب نے اور سیدنا جعفرؓ بن ابی طالب کی اولاد اور بنو ہاشم کی نوجوان نسل نے بھی اقتداء کی نمازیں ادا کیں۔ امامت ابوبکرؓ قبول کی دو دن مکمل اطاعت کی، کسی کو اعتراض کرنے کی نہ سوجھی اور نہ ہی حضور علیہ السلام سے کسی اور شخص کے متعلق دریافت کیا گیا۔ ساکنان خطۂ پاک مدینہ طیبہ نے کامل اتفاق کا مظاہرہ کیا جن میں انصار و مہاجرین سبھی تھے حضرت سعدؓ بن عبادہ بھی تھے انہیں بھی اس کا خیال نہ آیا کہ یہ مرتبہ انصار مدینہ کو ملنا چاہیئے تھا نہ کسی انصاری نے انہیں اس سلسلہ میں ترغیب دی کہ جناب یہ تو انصار مدینہ کا حق ہے اور مہاجر اس حق پر قابض ہو رہے ہیں؟ یہ جذبہ اس لئے نہ ابھر سکا کہ یہ فیصلہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے نیز یہ کہ حضور علیہ السلام کے دینی فیصلوں کے بارے میں تمام صحابہؓ جانتے تھے کہ آپ از خود ایسے احکام صادر نہیں فرماتے بلکہ آپ کے تمام فیصلے اللہ کے حکم، منشا اور فیصلے کے ماتحت ہوتے ہیں

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (القرآن الکریم سورۃ نجم)

آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے جو کچھ بھی آپ کہتے ہیں وحی الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت خلافت کے موقعہ پر بہت ہی بلیغ بات ارشاد فرمائی جس سے سب کے منہ بند ہوگئے

رضینہ لدیننا فرضیناہ لدنیانا

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ پر ہمارے دین کے لئے راضی تھے ہم ابوبکرؓ پر اپنی دنیا کے لئے راضی ہیں اس سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ نظام حکومت امامت صغریٰ اور نظام صلوۃ امامت کبریٰ کیونکہ اس سے پورا دین وابستہ وقائم ہے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام ابوبکر کو امامت کبریٰ سپرد فرماگئے ہیں تو اب امامت صغریٰ ان کے سپرد کرتے ہوئے ہم اسی طرح راضی ہیں جس طرح امامت کبریٰ کے لئے راضی تھے اور ہم اسی اتفاق واتحاد کا اظہار کرتے ہیں جس کا مظاہرہ ہم نے حیات رسول مقبول میں کیا تھا نہ تب کوئی اختلاف تھا نہ اب ہے بنو ہاشم کی جس شخصیت (سیدنا علیؓ) کا نام نامی لیکر عجمیوں کے ایک طبقہ نے شورو غوغا کیا کہ جناب موسیٰؑ کے بعد ہارونؑ ولی رسول بن سکتے ہیں تو محمدؐ کے بعد علیؓ ولی کیوں نہیں ہوسکتے اسی ہاشمی بزرگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ اور رسول کے فیصلوں کی ایسی زبردست تائید و تصدیق اور تصویب فرمائی کہ عجمیوں کے دانت کھٹے کردیئے اور جناب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق امت کا متفقہ نظریہ یہ ہے سیدنا علی نبی کے بعد نبی کی امت میں سب سے بڑے قاضی وجج ہیں۔ آپ کی یہ بات محض رائے نہیں بلکہ آپ کا یہ مجتہدانہ اور قاضیانہ فیصلہ ہے اب بھی اگر کوئی آدمی کوئی طبقہ خلافت بلافصل کا جھگڑا پیدا کرکے امت میں تفریق و انتشار پیدا کرتا ہے تو وہ اللہ، نبی و علی کے فیصلوں کی مخالفت کرتا ہے ایسا آدمی اور ایسا طبقہ جوان عظیم قومی فیصلوں کی مخالفت کرتا ہے اس کے کافر و منکر ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا، جمہوریت کے اندھے مقلدوں سے بھی میں پوچھتا ہوں کہ بتاؤ امامت و خلافت ابوبکر کے سارے معاملہ میں جمہوریت کی کونسی بات پائی جاتی ہے اور استخلاف ابوبکر کو تم کیا نام دوگے دین کا نام لینے والو اور دین کے نام پر اپنی دنیا بنانے والو تم توخدا کا خوف کرو تم عملی طور پر توگمراہ ہوئے ہی تھے اعتقادی، فکری اور نظریاتی اعتبار سے توگمراہی سے بچو اور امت میں گمراہی مت پیدا کرو۔

حضور علیہ السلام نے ابوبکرؓ کو نامزد کیوں فرمایا؟

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت صغریٰ اور امامت کبریٰ کے لئے نامزد کرنے کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ تو میں بیان کرچکا ہوں مگر دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ نبی علیہ السلام نے ابوبکر کو ۲۳ برس زندگی کے تمام اہم، مشکل، کٹھن، انتہائی خوفناک اور جاں گسل مواقع پر آزمایا اور ہر ازمائش میں انہیں کامیاب، کامران اور سرخرو ہوتا دیکھا بلکہ انہیں پہلے سے زیادہ جرات، ہمت، بسالت، شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کرنے والا پایا مثلاً سب سے پہلے جب حضور علیہ السلام کو اعلان نبوت کا حکم ملا تو ابوبکرؓ اور حضور علیہ السلام کی سر را ہے ملاقات ہوئی ابوبکرؓ دیکھتے ہی کہنے لگے آپ کہاں تھے اتنے دنوں سے ہماری تو مجالس سونی ہوگئی ہیں میں تو بہت اداس ہوں دل گرفتہ ہوں ایسی بھی کیا مصروفیت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میں نبی بنادیا گیا ہوں میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی وحدانیت بیان کرنے اور منوانے کے لئے مامور کیا گیا ہوں ابوبکرؓ نے ایک پل ضائع کئے بغیر کہا

انی اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے ابوبکر کے اسلام لانے سے بہت فرحت ہوئی میں نے بہت سکون پایا

نظریات کی تبدیلی

آپ حضرات خصوصاً میرے سامعین میں جو دیو بندی بریلوی غیر مقلد علماء موجود ہیں اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ عقیدہ، نظریہ اور فکر تبدیل کرنا بہت اہم مسئلہ ہے یہ کوئی کھیل نہیں کہ لمحوں میں بچوں کی طرح رنگین کھلونوں کو دیکھ کر ایک کھلونا چھوڑ کر دوسرا کھلونا اٹھا لیا جائے بلکہ یہ فیصلے زندگی پر محیط ہوتے ہیں اور قبیلوں کے سرداروں اور پنچائتوں کے وڈیروں اور مہاندروں کے فیصلے قومی زندگی میں بہت اہم مقام رکھتے ہیں ابو بکر نے اتنی جلدی جو فیصلہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کے فیصلہ کی طرح ہے؟ اسلام چھوڑ کر جمہوریت کو قبول کر لیا اور پھر سمجھا کہ اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ابو بکرؓ کو معلوم تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اللہ کی توحید کا اقرار کرنے کے بعد اس کا اعلان بھی کرنا پڑے گا مستقبل کے حالات پر ان کی گہری نظر تھی انہوں نے سوچ سمجھ کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل اعتماد کر کے اقرار توحید و رسالت کیا اس کی ایک اور وجہ بھی تھی کہ ابو بکر صدیق قبل از نبوت محمد بن عبداللہ کے دوست تھے ان سے مجلس آرائی ہوتی، دونوں ایک دوسرے کے کردار سے آگاہ تھے دونوں ایک دوسرے کی عادات واطوار سے خوب خوب واقف تھے ابو بکر بن ابو قحافہ مانتے تھے کہ محمد بن عبداللہ نے بچپن سے لے کر کہولت تک کبھی اپنی زبان، آنکھ، ہاتھ اور دل تک کو میلا نہیں کیا آپ ویسے ہی پاک صاف تھے جیسے پیدائش کے وقت تھے اس لئے بھی ماننے میں توقف نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے سب قریشیوں کو اسلام پیش کیا اور سب نے تامل و تردد کیا مگر ابو بکرؓ نے نہ تامل کیا نہ تردد کیا۔

ابو بکرؓ بحیثیت مبلغ

حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان و اسلام اور ایقان واحسان کی بیعت کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق بے قرار ہو جاتے ہیں اور تبلیغ شروع کر دیتے ہیں۔ اسی دن شام تک چھ قریشیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور انہیں مسلمان کرنے بارگاہ نبوت میں حاضر کرتے ہیں دوسرے دن چار آدمی مسلمان کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کرتے ہیں نبی وابو بکرؓ دعوت اسلام میں مساویانہ طور پر سرگرم ہیں تاریخ میں لکھا ہے سب سے پہلے سیدنا ابو بکرؓ اسلام لائے اور تبلیغ اسلام میں بھی تمام صحابہ پر سبقت لے گئے۔ کچھ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولیت کے قائل ہیں اس میں ان کی نسلی عصبیت بھی کارفرما ہے اور ایرانی سازش و پراپیگنڈہ بھی عجمی مشرکوں نے چار سو سال اسلامی لٹریچر میں ملاوٹ کی ہے جس سے سنی بھی متاثر ہوا ہے حالانکہ البدایہ وطبری وغیرہ میں صاف لکھا ہے

اسلم علی وہو صغیر وکان یکتم ایمانہ عن ابیہ و ابوبکر یظہر ایمانہ، (حوالہ)

اظہار اسلام وایمان کا دلدوز واقعہ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پوری امت پر جو فوقیت، فضلیت اور اولیت عطاء کی گئی اس کی تیسری وجہ جو ایک بہت ہی اہم واقعہ سے واضح ہوتی ہے کہ جب اہل ایمان کی تعداد ۳۷ ہوگئی تو ابو بکر صدیق نے عرض کیا یا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کب تک چھپ چھپ کے دین کا کام کریں گے اب ہمیں علی الاعلان دعوت دینی چاہیئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ابھی نہیں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ قوت میسر آجائے تو پھر علانیہ دعوت عام کریں گے (مفہوم) ابو بکرؓ صدیق نے پھر اصرار کیا تو حضور علیہ السلام نے قبول فرما کر کعبتہ اللہ تشریف لے گئے اور تمام مومنین بکھر کر کعبہ میں بیٹھ گئے تو سیدنا صدیق اکبرؓ اسلام کے خطیب اول داعی اول اور مبلغ اول بن کر اس عظیم منصب سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے اپنے بیان کا آغاز کرتے ہیں۔ توحید و رسالت کی دعوت دیتے اور ابھی دعوت الی اللہ کے جملے مکمل نہیں ہو پائے تھے کہ مشرکین عرب تمام صحابہ پر ٹوٹ پڑے سب کو مارا دھکے دے کر نکال دیا حضور کو بھی اذیت پہنچائی مگر ابو بکرؓ کو عتبہ بن ربیعہ نے جوتے سے اتنا مارا کہ منہ ناک اور سر سے خون بہہ پڑا مشرکوں نے ابو بکر کو روندا اور گھسیٹا یہاں تک کہ آپ اذیت اور کرب کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو گئے۔ آپ کے قبیلے کے لوگ آئے اور حضرت ابو بکر کو ایک چادر میں ڈال کر گھر پہنچا آئے آپ دن بھر بے ہوش رہے شام کے وقت کہیں ہوش آیا تو ہوش میں آتے ہی حضور علیہ السلام کی خیریت دریافت کی گھر والوں نے حضور کو اطلاع کی آپ ابو بکرؓ کے گھر تشریف لائے ابو بکر کی حالت زار دیکھ کر آپ ابو بکر پر جھک گئے ان کا منہ چوما اور دعائیں دیں

چوتھی وجہ یہ تھی کہ ابو بکرؓ نے دیکھا کہ مشرکین حضور علیہ السلام کو مارنا چاہتے ہیں اور اول فول بک رہے ہیں ابو بکرؓ نے حضور علیہ السلام کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا۔

اتقتلون رجلا ان يقول ربي الله

تم محمد رسول اللہ کو صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں میرا اللہ ایک ہے وحدہ لاشریک ہے آپ نے حضور علیہ السلام کا بھرپور دفاع کیا۔

پانچویں وجہ یہ کہ حضور علیہ السلام کی منشاء کے عین مطابق ابو بکر (جو رئیس مدینہ تھے) نے بے پناہ مال صرف کیا چھٹی وجہ جب سیدہ خدیجتہ الکبریٰ کا انتقال پر ملال ہوا تو آپ نے عائشہؓ جیسی بیٹی دی ساتویں وجہ کہ آپ نے ہجرت کی رات نبی کرم علیہ الصلوۃ والسلام کا ساتھ دیا وفا کی معراج پائی خوف اور خطروں کے باوجود ساتھ دیا آٹھویں وجہ اپنی بیٹی اسماء کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ کھانا بھی پہنچائے اور مکہ کے احوال بھی بتائے ابو جہل جو محمد رسول اللہ اور صدیق کی تاک میں رہتا تھا سیدہ اسماءؓ کو پہاڑ کی طرف آتے جاتے دیکھا تو ان پر تشدد کیا اور پوچھا بتا تیرا ابا کہاں ہے باپ کوہ استقامت تھا تو بیٹی بھی استقامت میں در یکتا تھی اس نے بہت جتن کئے مگر سیدہ اسماءؓ سے یہ راز اگلوانے میں ناکام رہا عورت سے مات کھا گیا۔ نویں وجہ یہ کہ قریش نے کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا تو ابو بکرؓ نے گھر میں مسجد بنا ڈالی اور وہاں لا الہ الا اللہ کی ضرب کاری لگانی شروع کر دی دسویں وجہ یہ کہ ابو بکر صدیق نے رسول اللہ کے معراج پر جانے اور راتوں رات اس عظیم سفر سے واپسی کی بات حضور سے ابھی نہ سنی بلکہ ابو جہل جو اپنی جہالت کی وجہ سے رسول اللہ کا مذاق اڑا رہا تھا، کہ بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی زمین سے اٹھے اور آسمانوں سے پار جائے اور راتوں رات ہو کر واپس بھی آجائے ناممکن! ابو بکر نے دوبارہ اس سے تصدیق چاہی تو ابو جہل نے کہا میں جو کہہ رہا ہوں تمہارا دوست یونہی کہتا ہے تو سیدنا ابو بکرؓ نے آپ کے معراج کی فوراً تصدیق کی۔ مجھ ایسے ناقص علم والے نے انتخاب ابو بکر کی دس وجہیں بیان کی ہیں ورنہ بیسیوں وجوہ و عوامل ہیں جو کتابیں دیکھنے سے مل جائیں گے سیدنا

(بقیہ ۸۴ پر)

محمد اشرف علی
بہاول پور

شیخ الصحابہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ کا نام ایام جاہلیت میں عبدالکعبہ تھا، جب توفیق ایزدی نے آپ کو دولت اسلام سے مالامال کیا تو سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ نام تجویز فرمایا۔ ابوبکر کنیت ہے جبکہ عتیق اور صدیق لقب ہیں۔ والد گرامی کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ تھی۔ والدہ ماجدہ کا نام سلمیٰ اور کنیت ام خیر تھی۔ آپ کے والدین اکٹھے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کی صرف دو بہنیں ام فروۃ اور قریبہ تھیں۔ آپ کا سلسلہ نسب والد اور والدہ کی طرف سے مرہ، پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ والد کی طرف سے ساتویں پشت میں اور والدہ کی طرف سے چھٹی پشت میں

خلیفہ راشد رابع سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "یہ فضیلت مہاجرین میں اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی کہ اس کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوئے ہوں"۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے چار شادیاں کیں دو زمانہ جاہلیت میں اور دو قبول اسلام کے بعد، اولاد میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

امام الصحابہ سیدنا ابوبکر صدیق شروع ہی سے سلیم الفطرت تھے چنانچہ قبول اسلام سے پہلے بھی بت پرستی سے نفرت تھی اور شراب نوشی کو برا جانتے تھے ---- ابن عساکر کہتے ہیں کہ "صحابہ کرام کے ایک مجمع میں کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ "بھلا کبھی آپ نے شراب پی ہے"؟ آپ نے اللہ سے پناہ مانگ کر فرمایا "کبھی نہیں" اس نے پھر کہا کہ "کیوں"؟ آپ نے جواب دیا "تاکہ عزت برباد اور مروّت زائل نہ ہو، کیونکہ شراب پینے سے عزت اور مروّت جاتی رہتی ہے"۔ یہ خبر جب حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے دو بار ارشاد فرمایا "ابوبکر سچ کہتے ہیں"۔

سرور دو عالم کی بعثت سے پیشتر جناب صدیق اکبر آنحضرت کی خدمت بابرکت میں اکثر آیا کرتے تھے۔ جب اسلام کا دور آیا اور سرور کائنات نے خدا کے دین کو لوگوں کے سامنے پیش کر کے انہیں خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی طرف بلایا تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے اپنی فطری صلاحیت، فکری رفعت و بلندی اور سلامت طبعی کا مظاہرہ کیا اور آقائے نامدار کی دعوت پر لبیک کہہ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ تورات انجیل اور دوسری آسمانی کتب میں جیسے نبی علیہ السلام کے بارے میں پیشین گوئیاں موجود تھیں ایسے ہی صحابہ کے بارے میں تذکرے موجود تھے۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیقؓ وہ ذی مرتبت صحابی ہیں جن کی انفرادی اور ذاتی علامات کتب سماویہ میں بیان کی گئی تھیں۔

جانشین رسول قبل از اسلام بڑے پیمانے پر کپڑے کی تجارت کرتے تھے، اس طرح ایک بار آپ یمن میں تجارتی سامان لے کر گئے تو قبیلہ ازد کے ایک صاحب علم بزرگ نے آپ کو اپنا مہمان بنایا، جو توراۃ و انجیل اور دیگر

آسمانی صحیفوں کا بڑا ماہر عالم تھا۔ اس نے سیدنا صدیق اکبر کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ "کہنے لگا" میرا خیال ہے تم سرزمین حرم مکہ کے رہنے والے ہو!" حضرت ابوبکر نے سر کے اشارے سے جواب دیا "ہاں" اس نے کہا "مجھے یوں سمجھ آرہا ہے کہ تم قریشی ہو!" آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ تمہارا اندازہ درست ہے"۔ اس نے پھر کہا" تو کیا آپ خاندان قریش کے قبیلہ بنو تیم بن مرہ میں سے ہیں "؟۔ آپ نے جواب دیا" یہ بات بھی درست ہے"۔ یہ سن کر اس کا چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھا اور خوشی سے کہنے لگا "۔ بس ایک علامت دیکھنا باقی رہ گئی۔ اپنا پیٹ دکھائیے! سیدنا ابوبکر جو شرم و حیا کا پیکر تھے، تھوڑا جھجکے اور حیران ہوگئے کہ آخر معاملہ کیا ہے! فرمایا: پہلے بات بتاؤ کیا معاملہ ہے؟" جب تک اپنے سوالات کی اصل وجہ نہیں بتاؤ گے، میں تمہاری بات مان کر پیٹ نہیں دکھاؤں گا"۔ قبیلہ ازد کے یمنی عالم نے کہا"۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والی کتابوں کی روشنی میں میرا علم کہتا ہے کہ بیت اللہ کی وادی سرزمین حرم میں ایک نبی مبعوث من اللہ ہونے والا ہے، دنیا میں دو شخص ان کے خاص مددگار اور ساتھی ہوں گے۔ ان میں سے ایک کڑیل جوان ہوگا جو خطروں کو خاطر میں لائے بغیر دشمنوں کی پیدا کردہ ریشہ دوانیوں کو روندتا چلا جائے گا اور دوسرا شخص ادھیڑ عمر ہوگا اس کے پیٹ پر سیاہ تل اور بائیں ران پر ایک نشان ہوگا اس کی باقی شکل و شباہت تجھ جیسی ہوگی اور حسب و نسب وہی ہوگا جو تمہارا ہے"۔ حضرت ابوبکر نے پیٹ سے کرتہ اٹھا دیا۔ اس نے جلدی سے ادھر ادھر دیکھا تو کالا تل بھی صداقت صدیق کی گواہی دے رہا تھا۔ یمنی عالم پکار اٹھا"۔ رب کعبہ کی قسم! تم ہی وہ شخص ہو جس کی خبریں آسمانی کتب میں معاونین نبی آخر الزمان کی ساتھی کی دی گئی ہیں۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ سرزمین حرم میں نازل ہونے والی کائنات کی اس آخری ہدایت سے انحراف نہ کرنا، صراط مستقیم کو مضبوطی سے تھامے رکھنا، اس نبی سے بے رخی نہ برتنا"۔

وصی رسول نے فرمایا کہ "یہ باتیں میرے دل پر نقش ہوگئیں"۔ اپنے تجارتی کاموں سے فارغ ہو کر کچھ دنوں بعد حضرت ابوبکر واپس روانہ ہونے لگے تو یمنی شیخ نے کہا کہ "خاتم الانبیاء کی شان میں چند شعر میں نے لکھے ہیں یہ تحفہ ساتھ لیتے جاؤ۔ جب وہ مل جائیں تو ان کی خدمت میں پیش کر دینا"۔

نگہبان رسالت سیدنا صدیق اکبرؓ کے متعلق معروف مغربی مفکر اور متعصب مؤرخ "سر ولیم میور" نے اپنی کتاب "خلافت عروج و زوال" میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت عبرت آموز ہے چند پیروں کا ترجمہ ملاحظہ کریں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان (ابوبکر) سے زیادہ ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہیئے، چونکہ ابوبکر کے دل میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود رسول خدا کے خلوص اور سچائی کی زبردست شہادت ہے لہذا میں نے (ابوبکر) کی حیات و صفات کے تذکرے کے لئے تفصیل سے کام لیا ہے .... اگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (نعوذ باللہ) ان کے کاذب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اور عقیدت مند نہ بنا سکتے، جو نہ صرف یہ کہ دانا و دانشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اور انصاف پسند بھی تھا۔ ابوبکر کو نفسانی عظمت و شوکت کا کبھی خیال نہیں آیا انہیں جبکہ شاہانہ اقتدار حاصل تھا اور بالکل خود مختار تھے مگر وہ اس طاقت و اقتدار کو صرف اسلام کی بہتری اور رعیت کا فائدہ پہنچانے میں کام لائے ان کی ہوشمندی اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھالیں وہ خود ایسے شخص تھے

کسی کو دھوکہ نہ دے سکتے تھے"۔

جس طرح اللہ کی ربوبیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام رسالت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کیا جاسکتا اسی طرح صدیق اکبر کے مقام صداقت میں بھی کوئی ان کا ہم پلہ نہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اگرچہ نبی کا ہر صحابی اپنے پسندیدہ کمالات و فضائل کے لحاظ سے منفرد ہے لیکن سرور کائنات کی رسالت و نبوت کے جو جلوے سیرت صدیقی میں نظر آتے ہیں، ان کی شان ہی نرالی ہے۔ حضرت ابوبکر اطاعت رسول کی مثال کامل ہیں۔ آپ نبوت کی برکات سے زیادہ فیض یاب ہوئے۔ آپ کے کردار اور گفتار سے سنت نبویہ کی خوشبو آتی تھی۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "ریاض النضرہ" میں عفیفہ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حوالے سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک روز نبی کریم کے تمام اصحاب جمع تھے وہ تعداد میں کل انتالیس آدمی تھے تو شیخ الصحابہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے نبی کریم کی خدمت اقدس میں اعلان اسلام کی بابت اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں (لہذا یہی مناسب ہے کہ اجتماعی طور پر فی الحال اعلان نہ کیا جائے) مگر ابوبکر صدیق برابر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ سید المرسلین راضی ہوگئے۔ اور اجازت دے دی اور باہر تشریف لائے اور تمام صحابہؓ کعبہ کے اندر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور ابوبکر صدیق وعظ کہنے کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ وہ (ابوبکر صدیق) سب سے پہلے واعظ ہیں جنہوں نے لوگوں کو خداوند قدوس اور رحمت عالم کی طرف بلایا، جانشین سید الکونین کا وعظ کہنا ہی تھا کہ مشرکوں نے ان پر اور دوسرے صحابہ کرامؓ پر یلغار کر دی اور ان کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ کعبہ کے اندر جس قدر صحابہ تھے ان سب کو بہت مارا اور حضرت ابوبکر صدیق کو تو بہت ہی زدوکوب کیا یہاں تک کہ مشرکوں نے ان کو پیروں تلے بھی روندا اور اسی حالت میں تھے کہ مشرکوں میں سے عتبہ بن ربیعہ جیسا خبیث شخص ان تک پہنچ گیا اور دوسلی ہوئی جوتیوں سے ان (ابوبکر صدیق) کو مارنا شروع کیا اور چہرہ پر اس قدر ورم آگیا کہ ناک اور منہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ اتنے میں سیدنا صدیق اکبر کے قبیلے بنو تیم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے مشرکوں کو ابوبکر کے پاس سے ہٹایا اور ان کو کپڑے میں ڈال کر ان کے گھر لے گئے اور ان سب کو (قبیلے والوں) یقین تھا کہ ابوبکر اب زندہ نہ بچ سکیں گے چنانچہ پھر وہ لوٹ کر کعبہ میں واپس آئے اور کہنے لگے "اللہ کی قسم! اگر ابوبکر مر گئے تو ہم ضرور بالضرور عتبہ کو مار ڈالیں گے، اس کے بعد یہ لوگ پھر ابوبکر صدیق کے پاس واپس چلے آئے۔

ابوقحافہ یعنی سیدنا صدیق اکبر کے والد ماجد اور قبیلہ بنو تیم کے لوگ برابر ان کو (ابوبکر صدیق) پکارتے رہے مگر وہ جواب نہ دے سکتے تھے کیونکہ زخموں سے چور تھے، بالآخر شام کے وقت جواب دیا۔ کہ ما فعل رسول اللہ۔ یعنی رسول اللہ کیسے ہیں؟۔

بنو تیم کے لوگوں نے سن کر ان پر ملامت کی اور طعنے دیئے کہ تم نے اپنے دوست محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے اپنی جان و آبرو سب کچھ تباہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ سب لوگ اپنے گھروں کو اٹھ کر چلے گئے اور ان سے یعنی والدہ سیدنا صدیق اکبر سے کہہ گئے کہ دیکھو ان کو کچھ نہ کچھ کھلا پلا ضرور دینا۔ چنانچہ ان کی والدہ ان کے پاس گئیں اور انہوں نے بہت اصرار کیا مگر وہ یہی پوچھتے رہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیسے ہیں؟ آخر ان کی والدہ ام خیر نے کہا واللہ مجھے ان کی کوئی خبر نہیں"۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر نے ان سے کہا کہ تم ام جمیل بنت خطاب کے

پاس جاؤ اور ان سے رسول اللہ کا حال دریافت کرو! چنانچہ آپ کی والدہ ام جمیل کے پاس گئیں اور کہا کہ "ابوبکر نے تم سے اپنے (دوست) محمد کا حال پوچھا ہے" ام جمیل نے برائے رازداری صاف انکار کر دیا اور کہا نہ میں ابوبکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبداللہ کو، ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چل سکتی ہوں۔ ام خیر نے کہا۔ اچھا چلو! چنانچہ ام جمیل ان کے ہمراہ گئیں اور دیکھا کہ ابوبکر زخموں سے نڈھال پڑے ہیں اور حالت بڑی خراب ہے، ام جمیل ان کے قریب گئیں اور بآواز بلند کہا کہ "جن لوگوں نے تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے وہ بڑے ہی ناہنجار ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا انتقام ان سے ضرور لے گا"۔ خلافت راشدہ کے تاجدار اول سیدنا صدیق اکبر نے آنکھیں کھولیں اور کہا پہلے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ کیسے ہیں؟ ام جمیل نے آہستہ سے کہا کہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں ابھی نہ پوچھو! آپ نے جواب دیا کہ میری والدہ سے کچھ اندیشہ نہ کرو، پھر ام جمیل نے کہا اللہ کے رسول خیریت سے ہیں، پھر آپ نے پوچھا کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ ام جمیل نے کہا کہ ارقم کے مکان میں تشریف فرما ہیں۔ بعدازاں ام جمیل اور آپ کی والدہ دونوں نے اصرار کیا کہ کچھ کھا پی لیں، لیکن حضرت ابوبکر صدیق نے جواب دیا کہ "۔ میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نہ پہنچ جاؤنگا نہ کچھ کھاؤنگا نہ پیوں گا"۔

ان دونوں نے یہ سن کر مجبوراً توقف کیا۔ یہاں تک کہ جب رات بہت ہوگئی اور پیروں کی چاپ موقوف ہوگئی اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ سو رہے۔ پھر ام جمیل اور ان کی والدہ دونوں ان کو لے کر چلیں حضرت ابوبکر ان دونوں کا سہارا لئے ہوئے چل رہے تھے یہاں تک کہ ان دونوں نے ان کو خاتم النبیاء کی خدمت میں پہنچا دیا۔

سیدنا ابوبکر صدیق پہنچتے ہی آپ پر جھک گئے اور جبین مبارک کو بوسہ دیا اور تمام صحابہ ابوبکر پر جھک پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ حالت دیکھ کر بڑی رقت طاری ہوئی۔ سیدنا ابوبکر نے فرمایا"۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس (عتبہ) نے جو میرے منہ پر مارا تھا اب آپ کو دیکھ کر اس کا کچھ اثر بھی مجھے محسوس نہیں ہوتا"۔

ایک ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتالیس صحابہ تھے اور جس دن سیدنا ابوبکر کو مارا پیٹا گیا اسی دن سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔

قرآن کریم میں خداوند قدوس نے جانشین رسول کے فضل و شرف کا ذکر فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ ایک سو اکاسی آیات قرآنیہ سے آپ کی افضلیت کا ڈنکا بجایا گیا ہے خداوند تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اظہار بھی فرمایا ہے چنانچہ حمید ابن انس کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت جبرائیل آنحضرت کے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آئے اور کہا "اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ عتیق ابن ابو قحافہ (ابوبکر) سے کہہ دیجیئے کہ میں ان سے راضی ہوں"۔

ریاض النضرۃ میں امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ "نبی کریم نے فرمایا کہ جو وحی مجھ پر نازل کی گئی میں نے اس (ابوبکر) کے سینہ میں اتار دی"

افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ نے بھی آپ کی فضلیت کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تین سو سولہ احادیث مبارکہ سے آپ کی افضلیت عیاں ہوتی ہے۔

ابن عساکر نے سلیمان ابن یسار سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں جب خداوند تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں کہ کسی بندہ کو جنت دی جائے تو اس میں سے ایک خصلت اس میں ڈال دیتے ہیں۔ "حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ "ان میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی ہے"۔ آپ نے ارشاد فرمایا"۔ تم سب خصلتوں کے جامع ہو تمہیں مبارک ہو کہ تم میں تمام خصلتیں ہیں"۔

سیدنا علیؓ المرتضیٰ سے تواتر کے ساتھ روایت ہے کہ آپ (اپنے زمانہ خلافت میں) فرماتے تھے کہ رسول اللہ کے بعد امت میں سب سے افضل اور بلند مرتبہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں اور جو کوئی مجھے ان دونوں سے افضل قرار دے گا میں اس پر حد جاری کروں گا"۔ سیدنا علی کی آل اولاد بھی خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق کی بڑھی عزت و توقیر کرتی تھی یہاں تک کہ حضرت جعفر صادق تو سیدنا صدیق اکبرؓ کا نواسہ ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔

کسی شخص نے سیدنا باقر سے تلوار کو چاندی سے مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے جواب دیا" کیونکہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کو چاندی سے مرصع کیا تھا۔ راوی کہنے لگے "آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں"۔ سیدنا باقر غضبناک ہو کر اپنے مقام سے اٹھے اور کہنے لگے "ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے"۔ بحوالہ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران ص ۲۲۵ غایتہ التحقیق ص ۳۶)۔

علمائے امت کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ انبیاء کے بعد ازل سے لے کر ابد تک تمام انسانوں میں شیخ الصحابہ سیدنا صدیق اکبر افضل و اشرف ہیں۔۔

بقیہ از صفحہ

اے اللہ! مجھ کو ان لوگوں میں شامل فرما جن کی مغفرت تو نے اپنی مشیت پر رکھی ہے پھر تجہیز و تکفین کے متعلق ھدایت کی کہ "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کرتا عطا فرمایا تھا جسے میں نے اپنی جان سے بڑھ کر حفاظت سے رکھا ہے۔ اب یہی میرا کفن ہوگا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ تراشے ہوئے ناخن اور ریش مبارک کے بال میں نے ایک شیشی میں رکھے ہوئے ہیں۔ یہ میری آنکھوں پر اور میرے ہونٹوں پر رکھ دینا۔ بس یہی میری نجات کے لئے کافی ہیں۔ یہ فرما ہی رہے تھے کہ کلمۂ توحید زبان پر آگیا اور ۲۲ رجب ۶۰ ھ مطابق ۸ مئی ۶۸۰ء کو فضل و کمال اور رُشد و ھدایت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا آپ نے بہتر سال کی عمر پائی

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دمشق کے باب الصغیر کے قریب دفن ہوئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیس سال تک امارت اور انیس سال تین ماہ تک خلافت راشدہ کے فرائض احکاماتِ خداوندی کے مطابق انتہائی حلم و بردباری اور عدل و انصاف سے سرانجام دیئے رضی اللہ عنہ وارضاہ"

اظہارِ تعزیت و دُعائے مغفرت

مجلس احرار اسلام ملتان کے صدر محترم صوفی نذیر احمد چوہان کے بھائی اور عزیزان نیاز احمد اعجاز احمد کے تایا جناب عید محمد گزشتہ دنوں ساہیوال میں انتقال کر گئے۔

۔ مجلس احرار اسلام بستی دھرانی (ظاہر پیر) کے مخلص کارکن محترم علی محمد دھریجہ کا جواں سال بیٹا ۸ دسمبر کو ٹریفک کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گیا ہے۔

۔ مجلس احرار اسلام چکڑالہ (ضلع میانوالی) کے معاون محترم ڈاکٹر محمد لطیف صاحب کی والدہ ماجدہ رحلت فرما گئیں۔

مجلس احرار اسلام لاہور کے ایثار پیشہ اراکین جناب محمد حسین، غلام علی صاحب، غازی صاحب اور بھائی غلام حسین مرحوم کی والدہ ماجدہ دسمبر کے وسط میں وفات پا گئیں۔

سپاہ صحابہ پاکستان کے رہنما مولانا محمد اعظم طارق کے والد گرامی انتقال فرما گئے۔

۔ ممتاز سکالر اور تحریک پاکستان کے کارکن مولانا ظفر احمد انصاری گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

۔ مجلس احرار اسلام ملتان کے بہت ہی مخلص کارکن جناب صوفی نذر محمد گزشتہ ماہ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت امیرِ شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ اور انتہائی مخلص رفیق، بھائی محمد یٰسین اور بھائی محمد یامین کے والد ماجد جناب شیخ انعام الٰہی ۲۸ دسمبر کو ملتان میں داعئ اجل کو لبیک کہہ گئے!

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ تمام مرحومین کی مغفرت کیلئے خصوصاً نمازوں کے بعد دعا فرمائیں اور ایصال ثواب کیلئے ختم قرآن کریم کا اہتمام فرمائیں۔ اپنے مرحوم عزیزوں دوستوں بزرگوں اور پوری امت کے مرحومین کو بھی دعائے مغفرت میں شامل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔ اراکین ادارہ آپ سب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ (ادارہ)

جمہوری تقاضے

مجید لاہوری مرحوم

"-------- یہ دور "سلطانی جمہور" کا ان معنوں میں نہیں ہے کہ ہم ہر اس "نقش کہن" کو جو ہمیں نظر آتا ہے، مٹا سکیں لیکن یہ "جمہوری تقاضوں" کا دور ہے اور ہم لوگ مداری کے "بچہ جمہورا" کیطرح "بچہ جمہورا" بن گئے ہیں۔ ہر بات جمہوری تقاضوں کے لئے ہوتی ہے ہر آدمی کی آواز "پبلک" آواز ہے۔

×-------- اگر ہم کسی جماعت سے نکلتے ہیں تو------ جمہوری تقاضوں کے لئے۔

×-------- ایک نئی جماعت بناتے ہیں تو------ جمہوری تقاضوں کے لئے۔

×-------- جب نئی جماعت نہیں چلتی تو پھر اسی جماعت میں آتے ہیں جس کو ہم کل تک برا بھلا کہہ رہے تھے۔ تو جمہوری تقاضوں کے لئے----------

×-------- جماعت کی نئے سرے سے تنظیم کرتے ہیں ------- تو جمہوری تقاضوں کے لئے -----------

انگریز کے دور کو تو ہم خلاف جمہوریت کہتے تھے اور اس کے ہر عمل کو ظلم و تشدد قرار دیتے تھے۔ مگر آج کے دور میں۔

×-------- دفعہ ۱۴۴ لگتی ہے تو------ جمہوری تقاضوں کے لئے

×-------- گولی چلتی ہے تو------ جمہوری تقاضوں کے لئے

×-------- لاٹھی چارج ہوتا ہے تو------ جمہوری تقاضوں کے لئے

×-------- سیفٹی ایکٹ لگتا ہے تو------ جمہوری تقاضوں کے لئے ×------ مارشل لاء لگتا ہے تو------ جمہوری تقاضوں کے لئے

اور دوسری طرف ان تمام اقدامات کی مخالفت اور شہری آزادی کی حمایت ہوتی ہے تو جمہوری تقاضوں کے لئے۔ غرض یہ ہے کہ

×-------- ہمارا چلنا۔ پھرنا۔ کھانا۔ پینا۔ سونا۔ جاگنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ اوڑھنا۔ بچھونا سب جمہوری تقاضوں کے لئے ہے۔

دوسری طرف جمہور کی کیفیت یہ ہے کہ وہ جمہور کم اور "منظور" زیادہ ہے۔ اور اب تو ہر جلسہ ایک ڈرامہ ہے جس کا نام ہے۔

"جمہور عرف منظور"

×-------- کراچی کا "آرام باغ" اور "جہانگیر پارک"۔

"منظور باغ" اور منظور پارک" ہے۔

×-------- لاہور کا موچی دروازہ------ "منظور دراوزہ" ہے۔

×--------- پشاور کا چوک یادگار------ "چوک منظور" ہے۔

×--------- راولپنڈی کا کمپنی باغ------ "منظور باغ" ہے۔

غرضیکہ ہر شہر کا وہ مقام جہاں عموماً جلسے ہوتے ہیں جلسہ گاہ نہیں۔ بلکہ "منظور گاہ" ہے۔ وہاں سے کوئی کبھی مایوس ہو کر نہیں آیا۔ بلکہ جو قرار داد پیش کیجیئے۔

لوگ کہتے ہیں!

"منظور ہے"!

"منظور ہے"!

آپ ہر شہر میں دو جلسوں کا انتظام کیجئے۔ ایک جلسہ میں یہ قرار داد پیش کیجیئے کہ------

"اس ملک میں صحیح معنوں میں جمہوری نظام قائم ہونا چاہیئے"۔ اور اس کی حمایت میں تقریریں کرائیے کہ ڈکٹیٹر شپ تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ اس سے عوام کی بھلائی نہیں ہوتی۔ اقتدار جن لوگوں کے ہاتھ میں آجاتا ہے وہ مزے کرتے ہیں۔ عوام بھوکوں مرتے ہیں۔ جاگیرداری، سرمایہ داری ختم کرو اور زمین، صنعت اور دوسری چیزوں کو قومی ملکیت بناؤ۔ وغیرہ وغیرہ

آپ یقین کیجیئے لوگ قرار داد سے اتفاق کریں گے اور جب صدر کہے گا!

"منظور ہے"۔؟

ہر طرف سے آوازیں آئیں گی!۔

"منظور ہے"!

"منظور ہے"!

دوسرا جلسہ آپ "ڈکٹیٹر شپ" کی حمایت میں کیجیئے اور اس میں یہ قرار داد پیش کیجیئے۔

"اس ملک میں "ڈکٹیٹر شپ" قائم ہونی چاہیئے کیوں کہ ہم ابھی جمہوری نظام کے اہل نہیں ہیں"۔

اور اس قرار داد کی حمایت میں بھی تقریر کرائیے کہ تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ ہم جمہوریت کے اہل نہیں ہیں۔ ہمارے معدے صدیوں کی غلامی کے سبب جمہوریت ایسی ثقیل چیز کو ہضم نہیں کر سکے۔ ہمیں اپنے فرائض کا احساس نہیں ہے ہر شخص اپنے مفاد کے لئے قوم کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ چور بازاری۔ یہ اسمگلنگ یہ رشوت ستانی، یہ ذخیرہ اندوزی۔ یہ ناجائز منافع خوری سب اس وجہ سے چل رہی ہیں۔ کہ کوئی مضبوط ہاتھ اس کو روکنے کے لئے نہیں ہے۔ جو لوگ ان جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اگر ان کے خلاف کارروائی ہوتی ہے تو سفارشیں پہنچ جاتی ہیں۔ چونکہ حکومت کرنے والے ان لوگوں سے ووٹ لیتے ہیں۔ اس لئے ان کو ناخوش کرنا نہیں چاہتے۔ لاہور میں مارشل لاء کے دنوں میں سب چیزیں ٹھیک ہو گئی تھیں۔ یہ تجربہ نہایت کامیاب رہا۔ مہنگائی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد آپ یہ کہیئے کہ ترکی میں اتاترک مصطفیٰ کمال جیسا آدمی پیدا ہوا جس نے چند دن میں اس "مرد بیمار" کو زندہ کر دیا۔ سب "ڈکٹیٹر شپ" کی برکت تھی۔ ہٹلر نے اپنی قوم کو زندہ کر دیا۔ اسٹالن اپنے ملک کا "عوامی ڈکٹیٹر" تھا۔ اس نے روس کو زندہ کر دیا۔

پھر صدر جلسہ اعلان کریں!۔

"بھائیو! یہ قرار داد آپ کو منظور ہے"؟
اس پر ہر طرف سے آوازیں آئیں گی!۔
"منظور ہے"!
"منظور ہے"!
صدر جلسہ اگر کہیں گے!۔
"کوئی صاحب اگر اس کے خلاف ہوں تو ہاتھ کھڑا کریں"؟

یقین کیجیئے کہ ایک بھی ہاتھ اس کے خلاف نہیں اٹھے گا۔ شاید اس ڈر سے کہ جب سب لوگ "منظور ہے" کہہ رہے ہیں تو اختلاف کرنے سے کہیں بھرے جلسے میں "پٹائی" نہ ہو جائے ہاں تو جب جمہور کی کیفیت یہ ہو کہ وہ ہر رہبر کے ساتھ تھوڑی دور چلے اور رہبر کو نہ پہچانے تو پھر جمہوری تقاضوں کے لئے جو کچھ بھی کیا جائے وہ-------
"سیٹھ ٹیوب جی ٹائر جی" کی زبان میں---- "سب چلے گا"۔ کیوں---------؟

اس لیئے کہ---- نہ کوئی روکنے والا ہے نہ کوئی ٹوکنے والا ہے
جمہوری تقاضے-------------------- زندہ باد

(۲۰ جون ۱۹۵۶ء)

ترقی پسند

کام کے لوگ بصد دقت
ہر زمانے میں چند ملتے ہیں
ورنہ اس نیک بخت دنیا میں
سب ترقی پسند ملتے ہیں

بے حیا

محنتی کو کمین کہتے ہیں
آسماں کو زمین کہتے ہیں
کتنے فریبی ہیں زمانے والے
بے حیا کو حسین کہتے ہیں

عدم

حکیم محمود احمد ظفر (سیالکوٹ)

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

سیدنا عمرو بن العاصؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو سہم سے تھا۔ یہ خاندان زمانۂ جاہلیت میں بھی ایک معزز خاندان سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے فصلِ مقدمات کا عہدہ اس خاندان میں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب علمِ توحید بلند کیا تو قریش کے اور قبائل کی طرح بنو سہم نے بھی آپ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ چنانچہ سیدنا عمرو بن العاصؓ بھی مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ قریش کا جو وفد حبشہ سے مسلمانوں کو نکلوانے کے لئے نجاشی کے پاس گیا تھا۔ سیدنا عمرو ابن العاصؓ اس کے ایک سرگرم رکن تھے۔

غزوہ خندق تک وہ قریش کے ساتھ رہے۔ لیکن اس غزوہ کے بعد وہ اسلام سے متاثر ہونا شروع ہو گئے۔ قریش کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو حقیقتِ حال کا پتہ چلانے کے لئے ان کے پاس بھیجا۔ اس شخص نے آپ سے بحث کرنا شروع کی۔ لیکن وہ آپ کو متاثر نہ کر سکا۔ (الاصابہ جلد ۵ صـ۲)

فتح مکہ سے پہلے سیدنا خالد بن ولیدؓ کے ساتھ جو انہیں مدینہ طیبہ کے راستے میں ملے، بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ خود فرماتے ہیں کہ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ پہلے خالد بن ولیدؓ نے بیعت کی۔ بعد میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں بیعت کروں گا لیکن آپ میرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیجئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا عمرو! بیعت کر لو، اسلام پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور ہجرت بھی ماقبل کے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ چنانچہ میں نے بیعت کی اور واپس چلا گیا۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۹۸ ، البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۲۳۸-۲۴۰، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۴۸)

طبیعت میں انتہا پسندی تھی، چنانچہ حالتِ کفر میں بھی شدید تھے اور جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو پھر بھی اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں کفر کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن تھا اگر اسی حالت میں مرجاتا تو سیدھا جہنم میں جاتا۔ اور جب حلقہ بگوشِ اسلام ہُوا تو آپؐ سے زیادہ کوئی ذات میری نگاہ میں وقیع اور باعزت نہ تھی۔ اور میں پُوری زندگی آنکھ بھر کر آپؐ کے روئے انور کو نہ دیکھ سکا۔ (الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۴۹)

عہدِ رسالت میں مختلف علاقوں میں آپ کو بھیجا گیا اور سواع جو بنو ہذیل کا صنم کدہ تھا۔ اس کو گرانے کے لئے بھی آپ کو بھیجا گیا۔ آپ نے انہیں عبید اور جیفر عمان کے حاکموں کے پاس بھی اپنے خطوط دے کر بھیجا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے آپ وہیں مقیم ہوگئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں وہاں کا گورنر بھی مقرر فرمایا تھا۔ (ملاحظہ ہو فتوح البلدان صفحہ ۸۳ ، اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۷)

خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں آپ نے بہت سی جنگوں میں شرکت فرمائی۔ اجنادین۔ دمشق، مصر، اسکندریہ، طرابلس الغرب وغیرہ کی فتوحات آپ ہی کی جرأت ایمانی کی مرہونِ منت ہیں۔ سیدنا ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں فتنۂ ارتداد کی سرکوبی میں بھی آپ نے اپنے نمایاں جوہر دکھائے۔

سیدنا عمرؓ نے اپنی خلافت کے آخری سالوں میں انہیں مصر کا گورنر مقرر فرمایا لیکن ۲۶ھ میں سیدنا عثمانؓ نے انہیں وہاں کی گورنری سے معزول کر کے سیدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کو وہاں کا گورنر مقرر فرمادیا۔ آپ نے اس بات کا بالکل بُرا نہ منایا اور واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ آپ نہایت ذہین اور رسا ذہن کے مالک تھے اسی وجہ سے سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عثمانؓ بن عفان اہم امور میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ خصوصی طور پر سیدنا عثمانؓ تو ہر مشکل موقع پر ان ہی کے مشورہ کو ترجیح دیتے تھے۔ شورش کے زمانے میں

جب باغیوں نے اپنے مطالبات منوانے کے لئے تخریبی ذرائع استعمال کرنے شروع کئے تو سیّدنا عثمان رضؓ نے ایک مشاورتی کونسل منعقد کی جس کے ایک رکن سیّدنا عمرو بن العاص رضؓ بھی تھے۔ تمام اراکین کونسل کے مشورہ کے بعد آپ سے خاص طور پر آپ کی رائے پوچھی (طبری جلد ۵ صفحہ ۹۹) کئی اور موقعوں پر بھی آپ نے باغیوں کے سامنے سیّدنا عثمان رضؓ کی صفائی پیش کی۔

(یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲، ابنِ اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۵)

شہادت عثمان رضؓ کے بعد یہ بھی سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضؓ کی طرح عزّت کی زندگی بسر کرنے لگے اور جنگِ جمل کا قیامت خیز واقعہ بھی انہیں گوشۂ عزلت سے باہر نہ نکال سکا۔ لیکن جب سیّدنا علی رضؓ نے شام پر چڑھائی کی تو سیّدنا معاویہ رضؓ نے اس بہترین دماغ کی ضرورت محسوس کی چنانچہ ان کو خط لکھ کر شام بلالیا۔ (تاریخ الاسلام السیاسی جلد ۱ صفحہ ۲۷۵)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: "عمرو بن العاص رضؓ قریش کے صالح اور نیک لوگوں میں سے ہیں"

(الاصابہ جلد ۵ صفحہ ۳)

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے کہا "کیا وہ شخص نیک خصال نہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر دم تک محبوب رکھا ہو؟" آپ نے فرمایا کہ اس کی سعادت اور نیک خصلت میں کس کو شک ہو سکتا ہے؟" وہ بولا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک آپ سے محبت کرتے رہے"۔ (تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۵۷، اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۷)

سیّدنا عمرو بن العاص رضؓ قوتِ ایمانی میں ایک مینار کی حیثیت رکھتے تھے چنانچہ زبانِ رسالت نے ان کے بارہ میں جو ریمارکس دیئے ہیں وہ سُنیدنی ہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

اسلم الناس و آمن عمرو بن العاص

لوگ تو اسلام لائے لیکن عمرو بن العاص رضؓ ایمان لائے۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۵۵)

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

ابنا العاص مومنان یعنی ھشام و عمرو۔

عاص کے دونوں بیٹے ہشامؓ اور عمروؓ پکے مومن ہیں۔ (مسند احمد جلد ۴ صـ۳۵۳)

عقل و دانش اور تدبر و سیاست میں ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے۔ جو اس بارہ میں نہایت قابلِ اعتماد سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

"تم اسلام میں ایک صائب الرائے آدمی ہو۔"

انکی زیرکی اور تدبر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مہمات ان کے سپرد فرماتے بلکہ بعض دفعہ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ پر بھی انہیں امیر بنایا گیا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸ صـ۱۵۶)

سیدنا عمرؓ جیسا ذہین اور صاحبِ تدبر انسان بھی ان کی اس خوبی کا اعتراف کرتا تھا

(الاصابہ جلد ۵ صـ۴۳)

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ وخیرات کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت فراخ دل عطا فرمایا تھا اِس سلسلہ میں امام حاکم نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سریہ میں سیدنا عمرو بن العاصؓ کو بحرین بھیجا اور خود آپ ایک دوسرے غزوہ پر تشریف لے گئے۔ کئی لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مقام پر آپ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ آپ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ عمروؓ پر رحم کرے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ نام سن کر ہم میں سے ہر شخص اس نام کے اشخاص کے بارہ میں تذکرہ کرنے لگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھر آنکھ لگ گئی۔ پھر بیدار ہو کر آپ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ عمرو پر رحم کرے۔" پھر تیسری دفعہ بھی آپ نے ایسے ہی فرمایا۔ ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ آپ کا یہ ارشاد کس عمرو کے بارہ میں ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "عمرو بن العاصؓ" ہم لوگوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"مجھے وہ وقت یاد آگیا۔ جب میں لوگوں سے صدقہ منگواتا تھا تو وہ بہت زیادہ صدقہ لاتے تھے۔ میں جب پوچھتا کہ کہاں سے لائے ہو تو وہ کہتے خدا نے دیا۔"

(مستدرک حاکم جلد ۳ ص۴۵۵)

صحابہ کرامؓ کے خلاف رافضیوں کی وضع کردہ جھوٹی روایت اور اس کا رد

جنگِ صفین میں آپ نے سیدنا معاویہؓ کا ساتھ دیا اور شامی فوج کے امیر العسکر مقرر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب سیدنا عمرو بن العاصؓ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب شامی فوج زیادہ دیر تک میدان میں ٹھہر نہیں سکے گی تو اُنہوں نے شامی فوج سے نیزوں پر قرآن اُٹھوا دیئے کہ کتاب اللہ جو فیصلہ کرے ہم اس پر راضی ہیں۔ قرآن کے اُوپر اُٹھتے ہی عراقیوں (سیدنا علیؓ کی فوج) نے جنگ سے ہاتھ روک لیا۔ سیدنا علیؓ نے اپنی فوج کو بہت سمجھایا کہ یہ محض فریب اور دھوکہ ہے، لیکن کسی نے انکی کسی بات کو نہ سُنا۔

یہ روایت خالص سبائی ذہن کی پیداوار ہے اور ابومخنف لوط بن یحییٰ اور اُس جیسے راویوں کی وضع کردہ ہے۔ روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ پانچ سو قرآن نیزوں پر اُوپر اٹھائے گئے۔ حالانکہ اس زمانہ میں اتنے قرآن شاید پورے کوفہ میں بھی نہ ہوں چہ جائیکہ میدانِ جنگ میں اتنے قرآن آ گئے۔ یہ تو قرآنِ حکیم کی سراسر توہین ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دورانِ جنگ سیدنا معاویہؓ نے سیدنا عمرو بن العاصؓ کی تجویز سے ایک شخص کے ہاتھ قرآن حکیم سیدنا علیؓ کے ہاتھ بھیجا اور اُنہیں اُسے حکم بنانے کے لئے کہا اور سیدنا علیؓ نے اُسے حکم بنانا قبول کر لیا۔ یہ نیزوں پر قرآن حکیم کو اُٹھانا سراسر غلط ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص۲۷۲، تطہیر الجنان ص۱۲۱-۱۲۲)

ابن کثیر کے بیان کے مطابق اہلِ شام کی تعداد ۶۰ ہزار تھی جن میں سے ۲۰ ہزار قتل اور اہلِ عراق کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جن میں سے چالیس ہزار قتل ہوئے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص۲۷۵) سیدنا معاویہؓ کو مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کا قتل ہو جانا نہایت گراں گزرا، لہٰذا آپ نے شفقت علی المسلمین کے جذبہ کے تحت اس لڑائی کو بند

کرنے کی یہ تدبیر کی اور فرمایا :

قد فنی الناس فمن للثغور و من لجهاد المشرکین والکفار

اگر لوگ یونہی فنا ہو گئے تو سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا اور کون مشرکین اور کفار سے جہاد کرے گا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص۲۷۳ ابن اثیر جلد ۳ ص۱۶۱)

رافضیوں اور سبائیوں کی وضع کردہ ایک اور جھوٹی روایت اور اس کا تجزیہ

بتایا یہ جاتا ہے کہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کمال ہوشیاری فیصلہ سنانے کے پہلے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا (مروج الذہب جلد ۲ ص۳۱) بلکہ سیوطی کے الفاظ یہ ہیں کہ سید عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری کو دھوکہ اور چالبازی سے فیصلہ سنانے کے لئے آگے کر دیا۔ (فقدم عمرو ابا موسی الاشعری مکیدۃ منہ)

(تاریخ الخلفاء ص۱۷۳)

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو خلافت سے معزول کر دیا اور خلافت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ دیا۔ لیکن سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر اپنا فیصلہ یہ سنایا :

"حضرات! ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آپ نے سن لیا۔ اُنہوں نے اپنے امیر کو جس کی طرف سے وہ حکم ہیں معزول کر دیا ہے۔ میں بھی اُنکی تائید کرتے ہوئے ان کو معزول کرتا ہوں، لیکن اپنے آدمی معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھتا ہوں۔ وہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی اور اُن کے قصاص کے طالب ہیں، لہذا اُن کی جانشینی کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔"

یہ فیصلہ سُن کر سیدنا ابو موسیٰ چلّائے کہ یہ مکاری ہے اور کہا :

"تمہارے مثال کتے کی ہے اگر اس پر بوجھ لادو تب بھی ہانپتا ہے۔ نہ لادو، تب بھی ہانپتا ہے۔"

اب سیدنا عمرو بن العاص رضؓ کو غصہ آگیا۔ اُنہوں نے جواب میں فرمایا :

مثلک کمثل الحمار یحمل اسفارا"

تمہاری مثال گدھے کی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

اُس کے بعد دونوں پارٹیوں کی آپس میں گالم گلوچ ہوئی اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مروج الذہب جلد ۲ صـ۲۳، اخبار الطوال صـ۲۰۱، ابن اثیر جلد ۳ صـ۱۶۸، طبری جلد ۶ صـ۴۰، البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صـ۲۸۳، طبقات ابن سعد جلد ۴ صـ۲۵۶) ———

یہ روایت ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی ہے۔ اور ابو مخنف کا نام ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ قابل اعتبار نہیں (ملاحظہ ہو تذکرۃ الموضوعات صـ۲۸۶، لسان المیزان صـ۴۹۲، میزان الاعتدال جلد ۲ صـ۳۶۰) اس شخص نے شیعی افکار کی ترویج اور صحابہ کرام رضؓ کو بدنام کرنے کے لئے یہ روایت وضع کی۔ اگرچہ اس روایت کو رد کرنے کے لئے لوط بن یحییٰ کا نام ہی کافی ہے۔ لیکن درایۃً بھی یہ روایت سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اس روایت میں ہی سیدنا معاویہؓ کی معزولی کا تذکرہ ہے حالانکہ سیدنا معاویہؓ نے اس وقت تک خلافت کا دعویٰ ہی نہیں کیا تھا اور نہ ہی اہل شام انہیں خلیفہ سمجھتے تھے اور نہ ہی انہیں خلیفہ کہتے تھے۔ بدیں وجہ انہیں معزول کرنے کا کیا مطلب؟ یا انہیں باقی رکھنے کا کیا معنیٰ؟

دوسری وجہ اس روایت کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ فیصلۂ تحکیم کے لئے قرار داد یہ تھی کہ دونوں حَکم جس فیصلہ پر متفق ہوں امت کے لئے وہ قابلِ قبول ہوگا۔ اس بات کو سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ اور سیدنا عمرو ابن العاصؓ دونوں جانتے تھے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضؓ کو بخوبی پتہ تھا کہ دونوں میں سے تنہا ایک کی رائے کا کوئی وزن نہیں ہے۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ سیدنا عمرو بن العاص رضؓ نے ایک متفقہ فیصلہ سے اختلاف کرکے اپنی بات کو بے وزن بنایا ہو۔ جب کہ تاریخ اسلام میں ان کو ایک بہت بڑا مدبّر اور معاملہ فہم کہا جاتا ہے۔

تیسری وجہ اس روایت کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امت کے اتنے اہم مسئلہ کا فیصلہ صرف زبانی کیا گیا تھا جس کو بعد میں پہلے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے زبانی سنا دیا اور اس کے بعد سیدنا عمرو بن العاص رضؓ نے اٹھ کر زبانی اس کی تردید کر دی۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس قرارداد میں صاف طور پر مذکور تھا کہ

ثم يكتبان شهادتهما على ما في هذه الصحيفة

پھر یہ دونوں ثالث ثالثی نامہ کے معاملہ میں اپنا فیصلہ تحریری طور پر مرتب کریں گے۔ جس میں ان دونوں کی گواہیاں بھی ہوں گی۔

(طبری جلد ۶ صفحہ ۲۹، مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۹، ایام العرب صفحہ ۳۶۹)

چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں صاف مرقوم ہے کہ سارے بیانات اور ساری کارروائیاں حیطۂ تحریر میں لائی گئیں۔ کوئی بات زبانی نہیں ہوئی۔ لیکن امت کی بدقسمتی اور دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے وہ اصل تحریری فیصلہ آج ہمارے پاس موجود نہیں ہے، مگر مسعودی جیسے شیعہ مؤرخ نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ:

انهما لم يخطبا وانما كتبا صحيفة

ان حضرات نے زبانی خطاب نہیں فرمایا تھا بلکہ فیصلہ تحریر کیا تھا

(مسعودی ج ۱ صفحہ ۲۷، عمرو بن العاص صفحہ ۲۱۴ از حسن ابراہیم حسن)

علامہ طبری نے ایک موقع پر ایک روایت اس مضمون کی نقل کی ہے کہ اجتماع کے وقت اور مقررہ مقام پر سیدنا علی رضؓ نہیں پہنچے تو سیدنا عمرو بن العاص رضؓ نے سیدنا ابو موسیٰ رضؓ اشعری سے کہا کہ یہ بات لکھ لیجئے کہ سیدنا علی نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا چنانچہ سیدنا ابو موسیٰ نے یہ لکھ لیا نے یہ لکھ لیا۔

(ملاحظہ ہو طبری جلد ۵ صفحہ ۵۸، حوادث ۳۷ھ)

پھر اسی باب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب معاہدۂ تحکیم لکھا جانے لگا تو سیدنا علی رضؓ کے نام کے ساتھ امیر المؤمنین لکھا گیا۔ اس پر سیدنا عمرو بن العاص رضؓ نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ علی رضؓ اور ان کے والد کا نام لکھو کیونکہ

هو اميرك ولا اميرنا

وہ آپ کے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں ہیں۔

جب یہ ساری باتیں حیطۂ تحریر میں لائی گئیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ معاہدۂ تحکیم تحریر میں نہ لایا گیا ہو بلکہ دوسری روایت سے تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ضرور تحریر میں لایا گیا تھا پھر وہ روایت کیسے صحیح ہوسکتی ہے جس میں یہ مرقوم ہے کہ اجتماع میں دونوں ثالثوں نے زبانی خطاب کیا تھا اور زبانی خطاب میں بعد والے نے پہلے مقرر کی تردید کردی۔ اور پھر دونوں پارٹیاں آپس میں گالم گلوچ ہوگئیں۔

ان سب حقائق کی روشنی میں علامہ محب الدین الخطیب نے لکھا ہے کہ :۔

"مسئلہ تحکیم میں کسی مکروفریب کی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی ثالث سے کسی قسم کی غفلت اور بے وقوفی کا صدور ہوا ہے۔ ہاں! اس کا محل جب ہوتا اگر سیدنا عمرو بن العاصؓ فیصلۂ تحکیم میں یہ اعلان فرماتے کہ وہ معاویہؓ کو مسلمانوں کی خلافت اور مؤمنین کی امارت کی ذمہ داری سپرد کرتے ہیں۔ اور سیدنا عمرو بن العاصؓ نے اس بات کا اعلان کیا ہی نہیں اور نہ ہی سیدنا معاویہؓ نے اس کا دعویٰ کیا ہے، اور نہ ہی گذشتہ تیرہ صدیوں میں کسی نے یہ چیز کہی ہے۔ اور سیدنا معاویہؓ کی خلافت تو سیدنا حسن بن علیؓ کی صلح کے بعد شروع ہوئی اور اس کا اتمام سیدنا حسنؓ کے بیعت کرنے سے ہوا اور اس روز سے انہیں امیرالمؤمنین کہا جانے لگا۔ لہٰذا نہ ہی سیدنا عمرو بن العاصؓ نے سیدنا ابوموسیٰؓ کو دھوکا دیا اور نہ ہی ان سے کسی نے دھوکہ کھایا کیونکہ انہوں نے (اپنے اعلان میں) کوئی نئی شے دی ہی نہیں۔ اور نہ فیصلہ تحکیم میں اس شے کا اظہار فرمایا۔ جس کا اظہار سیدنا ابوموسیٰؓ نے نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی اس بات کے سوا کوئی اور بات کہی جس پر دونوں ثالثوں کا اتفاق ہوا تھا۔"

(العواصم من القواصم ص۱۷۵ التعلیقہ)

ان حوالجات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمرو بن العاصؓ کی شخصیت کو مجروح اور داغدار کرنے کے لئے دشمنانِ صحابہ نے ایسی روایات وضع کی ہیں، اور ان موضوع اور منقطع روایات کو ہمارے مؤرخین نسلاً بعد نسلٍ نقل کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کثرت نقل کی وجہ سے اکثر لوگوں نے انہیں صحیح سمجھ لیا۔ چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربی اس قسم کی روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

هذا كله كذب صراح ما جرى منه حرف قط وانما هو شيئ

اخبرعنه المبتدعة ووضعته التاريخته للمملول فتوارثه اهل المجانة والجهارة ۔۔۔۔۔۔

یہ سب صریح کذب ہے۔ ان میں ایک حرف بھی وقوع میں نہیں آیا۔ یہ وہ واقعات ہیں جن کو اہل بدعت نے نقل کیا ہے اور ان لوگوں نے ان کو گھڑا جو بادشاہوں کی تاریخیں لکھتے ہیں۔ اور مجنوں اور اس قسم کے لوگ جو کھلے بندوں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے اور بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں، ان روایات کو نسلاً بعد نسلٍ نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔

(العواصم من القواصم ص۱۷۷)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے مؤرخین کی اسی قسم کی روایات کے بارہ میں لکھا ہے کہ :۔

یہ مؤرخین کی روایات تو عموماً بے سرو پا ہوتی ہیں۔ نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے اور نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے اور نہ اتصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے تو عموماً ان میں ہر غث وثمین ہے اور ارسال و انقطاع سے کام لیا گیا ہے، خواہ ابن اثیر ہو یا ابن قتیبہ، ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد۔ ان اخبار کو مستفاض و متواتر قرار دینا بالکل غلط ہے اور بے موقع ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات صحیحہ احادیث کی موجود ہوں تو وہ بھی مؤول یا مردود قرار دی جائیں چہ جائیکہ روایات تاریخ۔ تاریخ اب آپ اصول تنقید کو پیش نظر رکھ کر کوئی رائے قائم کیجئے۔؟

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ا ص۲۶۶)

خلاصہ یہ کہ اس قسم کی سب روایات سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک سازش کے تحت گھڑی گئی ہیں ورنہ ان کا کردار ایسا نہ تھا جیسا کہ ان روایات میں بتایا گیا ہے۔ اس واقعہ پر تفصیلی بحث ہم نے اپنی کتاب علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب میں کی ہے۔ جہاں دلائل کے ساتھ مسئلۂ تحکیم فیصلۂ تحکیم اور حکمین پر بھی بحث کی گئی ہے۔

مرسلہ ابن ابی یوسف

اِسلامی نظامِ حیات

آپ جانتے ہیں کہ زندگی بسر کرنے کے لئے بہرحال کچھ قاعدوں اور ضابطوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا کے امن و امان کا مدار بڑی حد تک ان قاعدوں اور ضابطوں پر ہی ہے۔ اگر آپ نے اپنی زندگی میں کچھ غلط قاعدے اور ضابطے اختیار کر لئے تو زندگی میں بگاڑ ضرور ہوگا آج جو لوگ امن تلاش کر رہے ہیں اور انہیں کسی طرح امن میّسر نہیں آتا، ان کی سب سے بڑی غلطی جس کی وجہ سے انہیں ناکامی ہورہی ہے یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے لئے ضابطے بنانے کا کام خود ہی کرنا چاہتے ہیں۔ انسان کی عقل بہت محدود ہے۔ اس کے ساتھ خواہشات بھی لگی ہوئی ہیں۔ اس کو پچھلی تاریخ کا پورا اور صحیح علم نہیں ہے اور آئندہ کے بارہ میں تو وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ ابھی ایک سیکنڈ کے بعد کیا ہونے والا ہے۔ پھر انسانی زندگی کے واسطے ایک مکمل ضابطہ حیات بنانے کے لئے سارے انسانوں کی فطرت کا جاننا اور ان سب کی ضروریات کا اندازہ لگانا انتہائی ضرری ہے کوئی ایک انسان یا بہت سے انسان مل کر کبھی یہ کام نہیں کر سکتے۔ ایسا ضابطہ بنانا دراصل انسان کا کام نہیں ہے۔ یہ کام تو اس ہستی کا ہے جس نے انسان کو بنایا ہے۔ جس نے اس کو زندہ رکھنے کے لئے آسمانوں سے بارش کا انتظام کیا ہے۔ زمین کو سورج سے گرم کیا ہے۔ ہواؤں کو زندگی کا سبب بنایا ہے۔ مٹی کو دانہ اگانے کی طاقت بخشی ہے۔ ذرا سوچیئے تو سہی کہ جس خدا نے یہ سب کچھ کیا ہے اس نے انسان کی سب سے بڑی اور اہم ضرورت کا انتظام نہ کیا ہوگا کہ زندگی کس طرح گزاری جائے۔؟ اس کے بتانے کا اہتمام نہ کیا ہوگا۔؟

ایسا نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا اس لئے کہ بات اس کی ربوبیّت کے خلاف ہے اور اس کے انصاف سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی سب سے بڑی ضرورت کا انتظام اسی دن سے کیا ہے جس دن سے اسے زمین پر بسایا ہے۔

سب سے پہلے انسان "حضرت آدم علیہ السلام" کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی بنایا اور ان کو زندگی بسر کرنے کا صحیح ضابطہ سکھایا۔ پھر اس کے بعد ہزاروں نبیوں کے ذریعے بار بار اس ضابطہ کو بتایا۔ سب سے آخری بار یہ ضابطہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری دنیا کو بتایا۔ اس پر دنیا کے سارے کاموں کو چلا کر دکھایا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ اب یہ ضابطہ رہتی دنیا تک انسانوں کے کام آئے گا۔

اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی بتائی ہوئی باتیں خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتری ہوئی کتاب قیامت تک اسی صورت میں باقی رہے گی۔ جس صورت میں آپ پر اتری تھی۔
اور یہی روشنی کا وہ منارہ ہے جس سے بھٹکتے ہوئے مسافروں کو قیامت تک راہ ملتی رہے گی۔ (ماخوذ)

خادم حسین

زبان میری ہے بات اُن کی

×----- رات کی تاریکی میں ایم پی اے نے غریب مزدوروں کے مکان مسمار کر کے زمین پر قبضہ کر لیا۔ (ایک خبر)

جمہوریت اور اس کے سوا کیا ہے؟

×----- وزیر اعظم نے "شام" باغ میں گزاری (ایک خبر)

تم لیکلے تو یوں باغ میں جایا نہ کرو۔

×----- رقص ہمارے فائن آرٹس کا حصہ ہے یہ جسم کی عریانی نہیں، جسم کی شاعری کا نام ہے (احمد ندیم قاسمی)

وہ بوالہوس کے جنہیں جرأت گناہ نہیں ادب میں ڈھونڈ رہے ہیں علاج تشنہ لبی

×----- صدر نے بولنا شروع کیا۔ بے نظیر نے "نو نو" کرا دی۔ قائد حزب اختلاف اور ان کے ساتھیوں نے مسلسل "شمیم شمیم" کے نعرے لگائے (ایک خبر)

تیز مرچ اور تیز عورت سے اللہ بچائے!

×----- پنجاب بھر میں یکم جنوری سے سرکاری بھرتی پر پابندی ختم ہو جائے گی (ایک خبر)

مسلم لیگیوں کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔

×----- عوام نے آئی جے آئی کو اسلامی نظام اور پاکیزہ معاشرہ کے قیام کے لئے ووٹ دیا تھا لیکن ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات بے حیائی پھیلا رہے ہیں (تنظیم اساتذہ)

کس نے کہا تھا اعتبار کرو؟ آئی جے آئی کا "اسلام" تو پھر بھی کچھ ہے۔

×----- "بی بی" اور "پی پی" دونوں شرافت کی حد میں رہیں (جام صادق)

جام صاحب! آئینہ ایام میں آپ اپنی ادا دیکھ۔

×----- انسانی حقوق کے نعرے محض آوارہ قہقہے ہیں۔ بچوں کی اسمگلنگ میں امیگریشن کا عملہ ملوث ہے (انصار برنی)

برنی صاحب! مچھلی نہیں جل گندا ہے۔

×----- شیطانی کتاب کا مصنف اپنے خفیہ ٹھکانے سے نکل کر منظر عام پر آگیا ہے۔ (ایک خبر)

کوثر نیازی کی تلاش میں!

×----- اسلام آباد کی ایک تقریب میں چودھری شجاعت حسین نے اومان کے سفیر کی اہلیہ سے ہاتھ ملایا (ایک خبر)

×۔۔۔۔۔ بے نظیر سردار شوکت حیات کے گلے لگ کر زار و قطار روئی (دوسری خبر)

ایک ہے مرغی ایک ہے چوزہ
ایک اچنبھا، ایک عجوزہ
ایک گڈریا، ایک مچھندر
ایک عروسہ، ایک سکندر

×۔۔۔۔۔ ڈاکٹر آپریشن کے بعد قینچی پیٹ میں بھول گیا (ایک خبر)

کسی کو دیکھ کے ڈاکٹر کے ایسے ہوش اڑے
کہ قینچی پیٹ میں ڈالی کپاس جیبوں میں

×۔۔۔۔۔ آئندہ انتخابات میں خواتین کی صلاحیتوں سے بھی استفادہ کیا جائے گا۔ (بیگم نسیم ولی خاں)

انڈرویئر چوری کرنے کے صحیح طریقے بتائے جائیں گے۔

×۔۔۔۔۔ ایران کو امریکہ سے فوجی حملے کا خطرہ ہے (احمد خمینی)

وچوں وچوں کھائی جا اتوں رولا پائی جا

×۔۔۔۔۔ جمہوریت کا نرم و نازک پودا حکومت کے ہاتھوں میں مرجھا رہا ہے (نوابزادہ نصر اللہ خاں)

اور حقہ آپ کے منہ میں بڑبڑا رہا ہے۔ لعنت بر پدر فرنگ!

×۔۔۔۔۔ جن کا اپنا دامن اور عزت محفوظ نہیں وہ وینا حیات کے غم گسار بن کر گرمچھ کے آنسو بہا رہے ہیں (غلام دستگیر خاں)

وینا حیات "کلاس کیس" ہے۔ "زنا کیس" نہیں!

پاکستان کے جاگیردار روزانہ سینکڑوں عزتیں نیلام کرتے ہیں اور کوئی پوچھتا نہیں؟

×۔۔۔۔۔ طیارہ میرے بیٹے نے نہیں۔ جنرل ضیاء الحق نے ہائیجیک کرایا تھا (نصرت بھٹو)

مکھی، مچھر، استری ۔۔۔۔۔۔۔ تینے ذات کذات

×۔۔۔۔۔ بے نظیر نے ایوان کا تقدس پامال کیا اور نصر اللہ خان نے سیاسی اخلاق کا "جلوس نکالا" (ایک خبر)

بھتیجی اندر دھونی دھکائی۔ تائے نے باہر حقہ بکھایا۔

×۔۔۔۔۔ قبر کے عذاب سے خوف آتا ہے۔ مجھے نذر آتش کر دیا جائے (عصمت چغتائی کی وصیت)

ن۔ م راشد، عصمت چغتائی ۔۔۔۔۔۔۔ جیسا بھائی ویسی بائی!

×۔۔۔۔۔ ایوان میں ڈرامہ ہوا۔ بے نظیر نے لڑنے والی لڑکی کا کردار ادا کیا (غلام احمد بلور)

لاڑکانے کی بلائے ناگہاں کا اپنے پیچ شیشہ مے ناب بر لب دُختِ رز دلفگار

×۔۔۔۔۔ ایس پی کی قیادت میں پولیس پارٹی نے برسٹ مار کر دو بے گناہ شہری ڈھیر کر دیئے۔

پولیس نے لاشیں بھی چھین لیں۔ مظاہرہ کرنے پر لاٹھی چارج۔ پولیس کی لاٹھیاں لاشوں پر بھی برستی رہیں۔ (ایک خبر)

×۔۔۔۔۔شجاع آباد (پولیس کی درندگی۔ نوجوان عورتوں کو ننگا کر کے تشدد کرتے رہے (دوسری خبر)

×۔۔۔۔۔غنڈوں کا، پولیس کے تعاون سے ظلم! تین سالہ بچی کو زمین پر بٹخ کر مار ڈالا (تیسری خبر)

×۔۔۔۔۔ملتان میں فحاشی کے اڈے سے تھانیدار سمیت ۹ بدکار گرفتار، شراب کی بوتلیں برآمد، وی سی آر پر ننگی فلمیں دیکھنے والے مرد اور عورتیں بھی پکڑی گئیں (چوتھی خبر)

قہر خدا ہو ملک کی پولیس پہ خادم!
پہ پُلسیوں کے روپ میں آفت ہے دوستو

●۔۔۔۔ ملکہ ہانس میں ہارنے والے امیدوار کا لڑکا جیتنے والے امیدوار کی لڑکی لے بھاگا۔ (ایک خبر)
یہ ہے الیکشن جیتنے کا "صحیح طریقہ"

جیتوں تو تجھے پاؤں، ہاروں تو پیا تیری

طلوعِ سحر

جانشینِ امیرِ شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ کی گذشتہ پچیس برسوں میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت ازواج و اصحابِ رسول علیہم الرضوان کے موضوع پر ہونے والی تقاریر کی جلد اوّل

طلوعِ سحر کے نام سے معاویہ پبلیکیشنز کے زیرِ اہتمام شائع ہو گئی ہے، خوبصورت ٹائیٹل اور کمپیوٹر کتابت سے مزیّن۔

۵۲۸ صفحات سیرت و تاریخ کے اہم موضوعات پر سیر حاصل خطبات۔

علماء، طلباء اور عامۃ الناس کے لئے یکساں افادیت کی حامل ایک بیش قیمت دینی پیش کش۔

قیمت: ۱۸۰ روپے

رابطہ کے لئے:
معاویہ پبلیکیشنز، ۲۳۲ کوٹ تغلق شاہ ملتان۔
بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔

آپ کے عطیات:

محاسبۂ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلسِ احرارِ اسلام کو دیجئے

بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک: اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان

بیادِ افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات : ۸ جنوری ۴۲ء

منظور احمد بھٹی

مُفکرِ احرار

ادب میں چودھری افضل حق کا مقام کسی سے کم بلند نہیں ، ایک ایسے وقت میں جب ہمارے شاعر و ادیب انگریز کی غلامی کے چکر میں آکر اپنے گرد و پیش سے بے نیاز ہو چکے تھے ۔ اور اپنا سارا زورِ بیان افسانہ ہائے گل و بلبل اور حکایاتِ ہجر و وصال رقم کرنے میں صرف کر رہے تھے ۔ چودھری صاحب نے ادب کو ایک ایسے سانچے میں ڈھالا ، جہاں زندگی کے حقائق ایک خوبی کے ساتھ نکھر آتے ہیں ۔ وہ ادب "برائے زندگی" کے حامی تھے ——— اور ادب کو زندگی سے علیحدہ کرنا ان کے نزدیک ادب کی غیر طبعی موت کے مترادف تھا ———

چودھری افضل حق جیسے جلیل القدر سیاسی رہنما ، پختہ قلم ادیب اور عظیم المرتبت شخصیت پر فیچر لکھنے کے لئے کسی ایسے قلم کی ضرورت ہے جسے نہ صرف الفاظ کے دروبست پر قدرت حاصل ہو بلکہ جو مسلمانانِ ہند کے سیاسی عروج و زوال پر کڑی نگاہ رکھتا ہو ۔ مجھ ایسے ایک طالب علم کے لئے جو ابھی بھول بھلیوں سے نہ نکلا ہو ، اس درویش کے دربار فقر میں عقیدت کے چند پھول پیش کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ، کیونکہ محض عقیدت ہی کسی شخصیت پر قلم اُٹھانے کے لئے کافی نہیں ہوتی ۔ لیکن حکمِ حاکم مرگِ مفاجات ۔

ماحول : چودھری صاحب نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ ماحول انگریز کی عیارانہ چالوں اور خوفناک سازشوں سے اس قدر تنگ و تاریک ہو چکا تھا کہ انسانیت دم گھٹتا محسوس کرتی تھی ۔ اپنے گرد و پیش کے ان حالات سے جن کے چہرے کا نکھار غازۂ استبداد فرنگی سے کراہت کی سیاہی میں بدل چکا تھا ۔ افضل حق جیسے حساس انسان کا اثر قبول کرنا ایک طبعی امر تھا ، اور پھر جب خاندانی رجحانات کے احترام میں موصوف نے تھانیداری کر اس ظلم و بربریت پر نگاہ ڈالی تو وہ انگریز دشمنی کا پیکر بن گئے ۔ انگریز دشمنی کا جذبہ ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا کیونکہ اُنہوں نے انگریز کی مشینری کے ایک ذمہ دار پُرزے کی حیثیت سے یہ دیکھ لیا تھا کہ اس مشینری میں انسان اور اس کی انسانیت پستے اور پستے چلے جاتے ہیں ۔

انسان کو ذلت کی اِن عمیق و متعفن گہرائیوں میں گرا دیا جاتا ہے۔ جہاں سے برسوں وہ سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہتا اور جارحانہ طریقوں سے قوموں کے دل و دماغ اور اُنکی صلاحیتوں کو مفلوج دماؤف کر کے اپنی غلامی کے طوق کا گھیرا زیادہ تنگ کیا جاتا ہے۔

ان ناقابلِ برداشت حالات میں چودھری مرحوم جیسے دردمند انسان کا پولیس کے رُسوائے عام محکمہ میں رہنا کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔ اُنہوں نے نہ صرف تھانیداری پر لات ماری بلکہ انگریز دشمنی کا یہ جذبہ انہیں عوامی خدمت کے اکھاڑے میں لے آیا مختلف روایات کے علی الرغم چودھری صاحب کی حساس طبیعت تھانیداری کو چھوڑنے کا سب سے بڑا سبب ہوئی اگرچہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ کی تقریر کا لوچ اور تاثر اس کا محرک ثابت ہوا ہو۔ لیکن بنیادی وجہ مرحوم کے پہلو میں تڑپتا ہوا دل تھا۔ تھانیداری سے علیٰحدہ ہونے کے بعد اقربا کی سخت ناراضگی کے باوجود اُنہوں نے اپنے وقت کی عوامی جماعت میں شمولیت اختیار کرلی۔ جلد ہی اپنی ذہنی استعداد سے کل ہند کانگریس کی مجلسِ عاملہ کے ممبر نامزد کر دیئے گئے کانگریس کے ہر فیصلے میں چودھری صاحب کے فکری ارتقاء اور سیاسی سُوجھ بوجھ کا نمایاں حصّہ ہوتا تھا۔ جب ہندو کی اسلام دشمنی اور مسلم آزاری حد کو پہنچ گئی تو چودھری صاحب نے اپنے ہم خیال بزرگوں سے مل کر مجلسِ احرارِ اسلام جیسی فعال جماعت کی بنیاد رکھی۔ اور پھر مرتے دم تک اسی جماعت کے جھنڈے تلے عوام کی خدمت کرتے رہے۔

صلاحیتیں: افضل حق کی سیاسی صلاحیتوں کو دوست تو کیا دشمن تک سراہتے تھے۔ آپ اُن کے خیالات سے اختلاف کر سکتے ہیں لیکن اِس حقیقت سے اِنکار نہیں کر سکتے کہ بدلتے ہوئے حالات کی نبض پر ان کا ہاتھ ہوتا تھا۔ ان کی سیاسی بصیرت اس حد تک تیز تھی کہ وہ بہت پہلے حالات کی کروٹ کو تاڑ لیتے تھے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ سکندر حیات جیسے وزیرِ اعظم اِن سے خائف رہتے تھے۔ اور ان کو ختم کرنے کے لئے اپنی ذہنی پستیوں کو بروئے کار لا کر طرح طرح کی مکروہ سازشیں سوچا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اِس مردِ مجاہد کو اپنی راہ بد کا سب سے بڑا کانٹا سمجھتے تھے۔ فی الواقع چودھری صاحب ایک ایسی شمع تھے جس کی چکا چوند روشنی میں مخالفینِ اسلام کے اعمالِ سیاہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ آپ آج بھی ان کے فرمودات کو اُٹھا کر مطالعہ کیجئے۔ آپ یقیناً اُن میں آج کے حالات کی ایک واضح جھلک دیکھیں گے۔ فی الحقیقت حالات آج وہی کروٹ لے رہے ہیں جس کو افضل حق کی نگاہ دُور بین نے کئی برس پیشتر دیکھا تھا۔ اس لحاظ سے انہیں سیاسی پیشگوئی کہنا کچھ غلو نہیں۔

افضل حق اور احرار: احرار میں چودھری صاحب کو دماغ کی حیثیت حاصل تھی ۱۹۴۵ء تک احرار نے سیاسات کے میدان میں جو قدم اُٹھایا وہ چودھری صاحب کے فکر و ادراک کا مرہونِ منت تھا۔ اس کے بعد بھی احرار جس راہ پر گامزن رہے چودھری صاحب کی مشفقانہ رہنمائی کی روشنی میں رہے۔ وہ

باتوں سے زیادہ عمل اور جوش سے زیادہ ہوش کے قائل تھے مشکل سے مشکل معاملہ میں ان کی جچی تلی رائے حرفِ آخر کا درجہ رکھتی تھی۔ ہر مسئلہ کے حسن و قبح پر اس خوبی سے لب کشائی فرماتے تھے کہ سامع ہڈیوں کے خشک سے ڈھانچے کے ذہنی ارتقاء پر ششدر رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں مفکرِ احرار بھی کہا جاتا تھا۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ چودھری افضل حق اور امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجلس احرار اسلام کی روح و جان تھے۔ افضل حقؒ منصوبہ بندی کرتے تو شاہ جیؒ اس کی تکمیل کے لئے عملی راہیں نکالتے۔

احرار کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ہر وقت اور ہر دور میں اس کے دامن میں سحر بیان خطیب، شعلہ نوا مقرر اور آتشیں شاعر موجود رہے۔ لیکن سب سے زیادہ خوش قسمتی کا وہ دور تھا، جب افضل جیسے مفکر کی رہنمائی حاصل تھی۔ اور سیاسی میدانِ جنگ میں ایک ایسے سپہ سالار کی ہدایات حاصل تھیں جس کی نگاہ حریف کے نہاں خانۂ دماغ کی ان لہروں تک پہنچتی تھی جہاں سے پست سازشوں کا خمیر اٹھتا ہے۔ آج اگرچہ وہ ہم میں موجود نہیں لیکن وہ راستہ جو انہوں نے ہمارے لئے تجویز کیا تھا آج بھی ہمارے سامنے ہے، اور ہم آج ان کے فرمودات کی روشنی میں اسی راستہ پر گامزن ہیں۔

ممکن ہے اسکی توجیہہ کیا ہو لیکن میں تو اسے کمزوری ہی کہوں گا کہ احرار رہنما سیاسی بصیرت رکھنے، شعلہ بیان مقرر اور آتشیں بیان خطیب ہونے کے باوجود تحریری کام پر زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ اس میں بہت حد تک انکی بے نیاز طبیعت کو دخل ہے۔ چودھری صاحب اس کے سخت خلاف تھے۔ اور اپنے دوستوں کو کہا کرتے تھے کہ کچھ لکھو۔ تقریر کا اثر دیرپا نہیں ہوا کرتا۔ لیکن آپ کے قلم سے نکلا ہوا لٹریچر آپ کے بعد بھی زندہ دتابندہ رہ کر آپ کے مطمع نظر کی ترجمانی کرتا رہتا ہے۔

عظیم سانحہ: چودھری صاحب کی وفات احرار کے لئے ایک سانحہ اور ایک المیہ سے کم نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ افضل حق کے بعد احرار کا ڈھانچہ کچھ اس طرح ہل گیا کہ آج تک سنبھالا نہیں لے سکے۔ آج اگر چودھری صاحب زندہ ہوتے تو بہت ممکن ہے بلکہ میں تو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سیاست کا رخ کچھ اور ہوتا۔ اور موجودہ صورتِ حالات جس سے ہم آج اس قدر نالاں ہیں پیدا ہی نہ ہوتی۔

افضل حق اور ادب: ادب میں چودھری صاحب کا مقام کسی سے کم بلند نہیں۔ ایک ایسے وقت میں جب ہمارے شاعر و ادیب انگریز کی غلامی کے چکر میں آکر اپنے گرد و پیش سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ اور اپنا سارا زورِ بیان افسانہ ہائے گل و بلبل اور حکایاتِ ہجر و وصال رقم کرنے میں صرف کر رہے تھے۔ چودھری صاحب نے ادب کو ایک سانچے میں ڈھالا جہاں زندگی کے حقائق ایک خوبی کے ساتھ نکھر آتے ہیں۔ وہ ادب برائے زندگی کے حامی تھے۔

اور ادب کو زندگی سے علیحدہ کرنا ان کے نزدیک ادب کی غیر طبعی موت کے مترادف تھا۔ گاؤں کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں سے لیکر شہر کے ہنگاموں تک، دیہات کی الہڑ دوشیزگی سے لیکر شہر کی غازہ میں ملبوس بیگمات تک، اور گاؤں کی سادگی و پُرکاری سے لیکر شہر کی اختراعی رعنائی تک ان کے نوکِ قلم کا موضوع بن چکے تھے۔ ہر موضوع کچھ ایسے جامع انداز میں نبھاتے کہ قاری اطمینان سا محسوس کرتا اور تشنگی کی شکایت کا موقع ہی نہ ملتا۔ ان کا اسلوبِ نگارش ایک جداگانہ اور منفرد رنگ لئے ہوئے تھا۔ تحریر میں خوبصورت الفاظ و محاورات ایسی خوبصورتی سے ٹانکتے کہ کسی دوشیزہ کے لباسِ عروس پر زرکاری کا کام معلوم ہوتا یا ایک لڑی میں پروئے ہوئے دلکش جواہرات ان کی تحریر کے تاثر پر کسی پیکرِ جمال کی نشیلی انکھڑیوں کا گمان ہوتا ہے۔ وہ دراصل نثر میں شعر کہنے کے عادی ہو چکے تھے۔ لیکن ایسے شعر جو آمد کے مرہونِ منت ہوتے ہیں اور جن میں آورد کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ لکھتے اور بے ساختہ لکھتے چلے جاتے۔ ان کی تحریر میں بلا کی سلاست، روانی اور تسلسل ہوتا ہے۔ کوئی چیز بھی آپ کو تصنع اور بناوٹ نظر نہیں آئے گی خشک سے خشک مسائل کو اپنے رنگین الفاظ کا جامہ پہنا کر اتنا دلچسپ اور دلکش بنا دیتے کہ انسان بلا تکلف پڑھتا چلا جاتا ہے بلکہ اسے بار بار پڑھنے کا متمنی ہوتا ہے۔ خود میرا یہ حال ہے کہ چودھری صاحب کی جملہ تصانیف کو کئی کئی بار پڑھ جانے کے بعد آج بھی جب ان کی کوئی کتاب لے کر بیٹھتا ہوں تو اس میں اتنی ہی کشش، اتنی ہی جاذبیت، اتنی ہی رعنائی اور دلچسپی پاتا ہوں جتنی روزِ اوّل تھی۔ خوبصورت الفاظ اور خوبصورت محاورات کا انتخاب چودھری صاحب کا ہی حصہ تھے۔ آپ کی تحریر اپنے رنگین اسلوبِ نگارش کی بدولت ہزاروں میں بولتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور قاری کہہ اٹھتا ہے کہ یہ "نوشتہ افضل" ہے۔

تصانیف: آپ کی سب سے زیادہ مقبول تصنیف "زندگی" ہے۔ علامہ شحر طہرانی نے آپ کے یومِ وصال پر آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے "زندگی" کا ان الفاظ میں ذکر کیا تھا۔

"وہ حقیقت زندگی کی "زندگی میں کہہ گیا،
جس کو افضل حق نے بخشا تھا مقامِ زندگی"

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ چودھری صاحب کے پختہ و شگفتہ قلم نے زندگی کے تلخ حقائق کو جن دلفریب لباس میں "زندگی" کی صورت میں پیش کیا کسی اور کے بس کا روگ نہیں۔ سر شہاب الدین مرحوم سابق سپیکر پنجاب اسمبلی نے تو کہا تھا کہ میں نے آج تک اردو ادب میں زندگی کے ہم پایہ کوئی کتاب نہیں دیکھی"——— "آزادیٔ ہند" میں غلام ہندوستان کی ذلیل حالت کو اجاگر کرنے اور اپنی بدبختی پر شاکر عوام کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور مصنف اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب ہے۔ یہی کتاب ہے جس نے عوام کو احساس دلایا کہ آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے۔

ہندوستان سے انگریز کو رخصت کرنے میں اس جلیل القدر کتاب کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ "محبوب خدا" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مسعود زندگی کی عکاسی ہے۔ ایک اُمتی کا سرورِ دو عالم کے حضور ایک حقیر نذرانہ ہے۔ چودھری صاحب کی دوسری نیکیوں سے قطعِ نظر ان کی بخشش کے لئے یہی کتاب کافی ہوگی۔

دینِ اسلام" میں اسلام کے پانچوں ارکان پر مُدلل و مفصل بحث کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اِن دینی فرائض کا ہماری روزمرہ کی زندگی سے کیا تعلق ہے، مذہب اور سیاسیات کے طلباء کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ کا کام دے سکتی ہے۔ "میرا افسانہ" چودھری صاحب کے ایامِ گزشتہ کی ایک رنگین داستان ہے، چودھری صاحب کی لطیف شرارتوں کے ساتھ ساتھ ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کس ماحول میں پیدا ہوئے اور اس ماحول کا ان کی عملی زندگی پر کیا اثر ہوا۔

"دنیا میں دوزخ" اُس جیل کا نوحہ ہے جس کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں آپ نے اپنی زندگی کا معتدبہ حصہ گزارا اور جہاں کے مچھروں نے آپ کا خون چوس چوس کر آپ کو ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل کر دیا۔ "جواہرات" ادب پارے ہیں کہ جو مختصر افسانوں کی صورت میں مختلف عنوانات کے تحت پیش کیے گئے۔ "دیہاتی رومان" ہندوستان کے رجعت پسند کسانوں کے لئے ایک تازیانہ ہے۔ دیہاتی زندگی کا جو خاکہ اس کتاب میں جس خوبی کے ساتھ چودھری صاحب نے پیش کیا ہے وہ کچھ انہیں کا حصہ ہے۔ ——— "تاریخ احرار" میں آپ نے احرار کی سیاسی زندگی کا جائزہ لیا ہے۔ آپ کی سب تصانیف میں ایک ہی رنگ جھلکتا ہے۔ چودھری صاحب کے قلم کی یہ خوبی ہے کہ کوئی کتاب بھی آپ کو محسوس نہیں ہوتی ——— تاریخ احرار میں وہی ترو تازگی اور شگفتگی ہے جو زندگی کی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے۔ بحیثیتِ انسان آپ اتنے بلند کردار تھے کہ بدترین دشمن بھی ان کے اخلاقِ عالیہ کا مداح تھا، دوستوں کے دوست تو تھے ہی وہ دشمنوں کے بھی دوست تھے۔ ایثار، خلوص، صبر اور استقلال کے پیکر تھے، آپ ایک دفعہ ان سے ملتے آپ انہی کے ہو رہتے، اخلاق میں اتنی کشش تھی کہ ہر کوئی گرویدہ ہو جاتا، اس فقیر کے آستانہ پر سبھی امیر و زیر اور فقیر و غریب حاضر ہوتے اور سب ہی فیض یاب ہوتے۔ اتنے بلند پایہ درویش تھے کہ خود بھوکے رہ کر بھی دوسروں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے کا کوئی مسلمان پلٹ آیا ہے۔ غرضیکہ چودھری صاحب کی زندگی کو جس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے وہ ایک کامیاب و کامران زندگی تھی، ایک سچے مسلمان کی زندگی تھی وہ ایک انفرادیت کے مالک تھے ———

جو آج اس زمانے میں عنقا ہے، لیکن افسوس! ایک ایسی قوم میں جنم لیا تھا، جس کے دامن میں بدترین غداروں کے لئے جگہ تو ہو سکتی ہے لیکن ایک اسلام پسند مفکر کے لئے نہیں جو بھی یہاں اسلام کا علم لے کر اُٹھا ہے اس سے بے نیازی کا سلوک کیا گیا اور انہیں پس پشت ڈال کر ایک ایسی بے انصافی کا ثبوت بہم

پہنچایا گیا جس کا خمیازہ خود قوم کو اُٹھانا پڑا۔ افضل حق بھی انہیں میں سے ایک تھے۔ افضل حق جس قوم کے درد میں ڈبلے رہے اور جس کی فلاح و بہبود اور مستقبل کو تابندگی بخشنے کے لئے انگریز جیسے قاہر اور جابر کی بیڑیاں قبول کیں اسی قوم نے آج ان کو حرفِ غلط کی طرح فراموش کر دیا ہے۔ ان کے اس موقف کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی جو ان کا سرمایۂ حیات اور قوم کے لئے آبِ حیات تھا۔

آج ان کے یوم وصال کو پورے پندرہ برس ہونے کو آئے ہیں، ہر سال ان کی یاد میں جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ لیکن ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق کے سوا کچھ بھی نہیں، محض تقاریر کچھ سُود مند ثابت نہیں ہو سکتیں۔ ضرورت ہے کہ ان کے رجحانات اور مطمع نظر کو زیادہ سے زیادہ ترویج کے لئے کچھ عملی کام کیا جائے۔ اور اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ ان کے لٹریچر کو عام کیا جائے ؎

موت نے چھلکا دیا اس کا جامِ زندگی
ملک و ملت کو دیا جس نے پیامِ زندگی

(منقول از روزنامہ "لوائے پاکستان" لاہور "افضل حق نمبر" ۲ جنوری ۱۹۵۷ء)

اسلام کے نامور سپوت، تحریک آزادی کے عظیم مجاہد فدائے احرار

مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ

- سوانح و افکار
- احوال و آثار
- بے مثال جدوجہد
- شہادت

نوجوان محقق محمد عمیر فاروق کے قلم سے ایک تاریخی دستاویز۔
صفحات تقریباً ۲۰۰، کمپیوٹر کتابت، خوبصورت سرورق، مجلد، اعلیٰ طباعت
جنوری ۱۹۹۲ء میں شائع ہو رہی ہے،

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

جنگِ آزادی کا ہیرو

چوھدری افضل حقؒ میں خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ وہ جس راستے کو ملک ملت کے لئے مفید سمجھتے تھے، اس پر چلتے ہوئے انہیں دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی ٹکرانا پڑتا تو دریغ نہ کرتے کشمیر میں آزادی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو جس محنت اور قربانی سے آپ نے روشن کیا، اس کے متعلق صرف یہ کہہ دینا ہی کافی ہوگا کہ مقبوضہ کشمیر میں ہندوستانی فوج کے نیزوں کے سائے تلے آزادی کی جو رُوح آج کار فرما ہے، اسکی تخلیق آج سے نصف صدی قبل تحریک آزادی کشمیر کی صورت میں چوہدری صاحب کی مساعی جمیلہ سے ہوئی تھی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ؎ بڑی مشکل سے ہوتی ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

برِصغیر ہندوپاک کی آزادی کی جدوجہد میں جن لوگوں نے قربانیاں دیں، اُن کی صفِ اول میں ایک ایسا انسان بھی تھا، جسے کبھی نام و نمود کی خواہش نہ ہوئی۔ دولت جس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہ رکھتی تھی، جاہ و جلال جس کے لئے کوئی کشش نہ رکھتے تھے، ایمان، خلوص اور عمل جس کے نزدیک زندگی کے تین بڑے اصول تھے۔

چودھری افضل حق غریب پیدا نہ ہوئے تھے، لیکن اُنہوں نے فقیری کو امیری پر تمام عمر اس لئے ترجیح دی ـــــ ان کے نزدیک عوام کے قریب رہنے کا یہی واحد راستہ تھا، اور جو سیاسی رہنما عوام کے قریب نہ ہوں وہ ان کے صحیح احساسات، ان کی ضروریات اور انکی تکالیف سے پورے طور پر آگاہ نہیں ہو سکتے۔

آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ایسے وقت کیا، جب کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان سیاسی، تعلیمی اور معاشرتی اعتبار سے بہت پیچھے تھا۔ اور دُنیائے اسلام پر ہر طرف سے مصائب و ابتلاء کے بادل منڈلا رہے تھے، یورپ کا مردِ بیمار مُصطفےٰ کمال کی قیادت میں عالمِ اسلام کو ایک عظیم انقلاب کی دعوت دے رہا تھا۔ ایشیاء اور افریقہ میں مسلمان مغربی سامراج کے جور و استبداد سے مکمل طور پر پس چکے تھے۔ برطانوی امپیریلزم اپنے پُورے جوبن پر تھا، اور آزادی کے شعلوں کو ہر جگہ توپ و تفنگ سے ناپید کر دینے میں مصروف تھا۔ چودھری صاحب کی حساس طبیعت اِن حالات سے متاثر ہوئے

بلغیر نہ رہ سکی ۔ ملازمت ترک کی اور خلافت کے پلیٹ فارم پر فدایانِ ملّت کی فوج میں ایک گمنام سپاہی کی حیثیت سے آ کھڑے ہوئے ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے ساتھیوں کو آپ کی دماغی صلاحیتوں کا اندازہ ہو گیا اور سیاسیات ہند میں جلد ہی آپ کو وہ مقام مل گیا ۔ جہاں پہنچنے کے لئے ایک عمر درکار تھی ۔

۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۵ء تک آپ پنجاب کونسل کے رکن رہے ——— اس دور میں جب کہ مجالس قانون ساز ایک سرکاری پنچائیت سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھیں ۔ آپ کی زبان کبھی حق گوئی سے نہ رُکی ۔ سچ پوچھئے تو پنجاب کونسل کی ان بارہ سالوں کی فائلیں چودھری افضل حق کی سیرت اسکی زندگی اور جرأت کا ایک مرقع ہیں ۔ آپ جیل گئے ، تو واپسی پر جیلوں کی اصلاح کے لئے مہم شروع کر دی ۔ سابقہ پنجاب کی جیلوں میں آج جو اصلاح ہم دیکھ رہے ہیں ۔ اِن میں چودھری صاحب کی مساعی کو بڑا دخل حاصل ہے ۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے پنجاب کونسل کے اندر آپ کی سرگرمیوں کو سراہتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا : ڈٹ کے کونسل میں کھڑا جس وقت افضل حق ہوا :: حق کی ہیبت چھائی ایسی رنگِ باطل فق ہوا

آپ ایک اعلیٰ پایہ کے مُقرر ہونے کے علاوہ اپنے زمانہ کے بہترین انشا پرداز بھی تھے ۔ آپ کی سب سے مقبول تصنیف " زندگی " آپکا زندہ جاوید کارنامہ ہے ۔ یہ کتاب آپ نے ۱۹۳۰ء میں گورکھپور جیل میں تحریر فرمائی تھی ۔ خیالات کی پاکیزگی طرزِ تحریر اور ادب کی لطافت کے اعتبار سے " زندگی " آج بھی اپنا جواب نہیں رکھتی ۔ اس کے علاوہ آپ کی کم و بیش ایک درجن تصانیف ہیں ، جن میں " جواہرات " ، " محبوبِ خدا " ، " آزادیٔ ہند " ۔ شامل ہیں ۔

چودھری افضل حق میں خود اعتمادی اِس حد تک موجود تھی کہ جس راستہ کو ملک و ملّت کے لئے مفید سمجھتے تھے ۔ اِس پر چلتے ہوئے اگر انہیں دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی ٹکرانا ہوتا تھا ، تو گھبراہٹ کو اپنے نزدیک تک نہ آنے دیتے تھے ۔ کانگریس میں اسوقت تک رہے جب تک کانگریس کی پالیسی اس کے عقیدے کے مطابق اسلامیانِ ہند کے جذبات و احساسات کی آئینہ دار رہی ۔ جُونہی انہیں یقین ہوا کہ کانگریسی رہنما ہندوستان میں صرف ہندو راج کے داعی ہیں ، کانگریس کو فوراً چھوڑ دیا ۔ اور اپنے ہم خیال لوگوں کو ساتھ لے کر نیشلسٹ مسلمانوں کی ایک علیحدہ جماعت مجلس احرار اسلام قائم کی ۔ دُنیا حیران تھی کہ بے سروسامانی کے عالم میں انگریزی سامراج اور ہندو کے سرمایہ دارانہ نظام کا مقابلہ کیسے کیا جا سکے گا ۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اُنہوں نے ثابت کر دیا کہ ان میں تنظیمی صلاحتیں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں اور نہ صرف پنجاب بلکہ تمام ہندوستان میں ان کی جماعت مُسلم عوام کے دِلوں پر قابض ہو گئی ۔

کشمیر میں آزادی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو جس محنت اور قربانی سے آپ نے روشن کیا ۔ اس کے متعلق صرف یہ کہہ دینا کافی ہوگا ۔ کہ مقبوضہ کشمیر میں ہندوستانی فوج کے نیزوں کے سایہ تلے آزادی کی جو رُوح آج کارفرما ہے اسکی

تخلیق آج سے ساٹھ برس قبل تحریک آزادیٔ کشمیر کی صورت میں چودھری صاحب کی مساعیٔ جمیلہ سے ہوئی تھی۔

آپ لینن اور ٹراٹسکی کے مقلد نہ تھے لیکن پیغمبرِ اسلام کا یہ فرمان کہ "مزدور کا حق اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا ہو جانا چاہیئے" آپ کے ایمان کا جزو تھا۔ غریب اور مزدور سے آپ کی محبت کی یہی وجہ تھی۔ آپ سرمایہ دارانہ نظام کو انسانی ترقی کے راستہ میں ایک دیوار سمجھتے تھے۔ آپ کے ذہن میں محنت اور سرمایہ میں باہمی جنگ کا تخیل ہر طرف موجود رہتا تھا۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق ایک غریب کے بچوں کو دنیا میں آرام و آسائش کے وہ تمام مواقع فراہم کرنا سوسائٹی کا فرض ہے جو ایک دولت مند کو قدرتی طور پر حاصل ہیں۔ انکی تعلیم۔ ان کی صحت کی دیکھ بھال۔ ان کے لئے رہائش و روزگار کی فراہمی کا انتظام اور انہیں روٹی اور کپڑا مناسب داموں پر مہیا کرنا سوسائٹی کی ذمہ داریوں میں داخل ہے۔ جو سوسائٹی اپنی ان ذمہ داریوں سے تغافل برتتی ہے۔ وہ اپنی جڑیں خود کھوکھلی کرتی ہے۔ اور اپنی تخریب کے لئے ایک ایسے انقلاب کو دعوت دیتی ہے۔ جسے نہ سمندر کی خوفناک لہریں روک سکتی ہیں۔ اور نہ تیز و تند ہوا کے جھونکے۔

جن لوگوں نے چودھری صاحب کو قریب سے دیکھا۔ انہیں انسانیت کا اعلیٰ نمونہ پایا۔ آپ کی زندگی کے آخری ایام نہایت مفلسی کی حالت میں گزرے۔ لیکن آپ نے اپنی تنگ دستی کا اپنے دوستوں کو علم تک نہ ہونے دیا۔ اور شرافت اور غیرت کے تقاضوں نے کبھی اس کے ہاتھ کو دستِ گدا نہ ہونے دیا۔

وہ اگر چاہتے تو دوسرے لوگوں کی طرح دولت کے انبار اکٹھے کر سکتے تھے۔ کلیسائی محل تعمیر کر سکتے تھے۔

(منقول از۔ روزنامہ "آزاد" ۔ لاہور ۲، فروری ۱۹۵۷ء "افضل حق نمبر")

(بقیہ از ص ۲۳ سے)

ابوبکرؓ کی انہی قربانیوں شجاعتوں اور تصدیقوں سے خوش ہو کر حضور علیہ السلام نے فرمایا

"کذبنی قومی وصدقنی ابوبکر" رضی اللہ عنہ

میری قوم نے مجھے جھٹلایا مگر ابوبکر نے میری سچائی کا ڈنکا بجایا۔

شیزان کی جملہ مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے

"شیزان" مرزائیوں کی فیکٹری ہے اس کی آمدنی کا ایک کثیر حصہ "دارالکفر ربوہ" جاتا ہے آپ تو اس جرم میں شریک نہ ہوں!

شیزان کی جملہ مصنوعات کا بائیکاٹ دینی غیرت اور ملی حمیت کا تقاضی ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

الحاج عبدالکریم صابر (ڈیرہ اسمٰعیل خان)

تاثرات

ہے عالمِ اسلام مصیبت میں گرفتار — اے سید ابرارؐ
باہم ہوئے اک دوسرے کے درپے آزار — اے سید ابرارؐ
نے انس و محبت ہے نہ اخلاص و مروت — باقی نہ اخوت
ہر بات پہ آپس میں ہیں کرنے لگے تکرار — اے سید ابرارؐ
دھوکا ہے شرارت ہے رعونت ہے دغا ہے — گھر گھر یہ وبا ہے
اپنوں کی ہے گردن پہ رواں اپنوں کی تلوار — اے سید ابرارؐ
ہر روز نیا فتنہ ہے ہر روز عداوت — دن رات بغاوت
افسوس کہ یہ آج کے مسلم کا ہے کردار — اے سید ابرار
درپیش حوادث ہیں تو ہر لحظہ ہیں ڈاکے — ہر آن دھماکے
یہ لوگ ہیں کیا خالقِ اکبر کے پرستار — اے سیّد ابرارؐ
حالات کی رفتار سے ہوتا ہے یہ معلوم — دنیا نہ ہو معدوم
اب عین قیامت کے نظر آتے ہیں آثار — اے سید ابرار
دعوت جو دیئے جاتے ہیں یہ قہر خدا کو — ہر رنج و بلا کو
ہر ایک نصیحت ہوئی ان کے لئے بیکار — اے سید ابرارؐ
ہے وقت کہ امت پہ ہو اک نظرِ عنایت — اے منبعِ رحمت
ہم آپ کے الطاف و کرم کے ہیں طلبگار — اے سید ابرارؐ

جناب عاصی کرنالی

منقبت بہ بارگاہ امیر المومنین امام المتقین خلیفہ بلافصل رسول

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تو کون سے عالم میں محمد سے جدا ہے
وہ گل ہے تو خوشبو، وہ چمن ہے تو صبا ہے
وہ برج تو سیارہ وہ افلاک تو رفعت
وہ چاند تو تنویر وہ سورج تو ضیا ہے
وہ بحر ہے تو موج وہ مخزن ہے تو گوہر
وہ ابر تو بارش، وہ عطا ہے تو سخا ہے
وہ بزم تو قندیل وہ آئینہ تو جوہر
وہ لعل ہے تو آب، وہ موتی تو صفا ہے
وہ صبح تو اشراق وہ مطلع تو تجلی
وہ حسن تو تحسین، وہ خوبی تو ثنا ہے
وہ نور خدا شمس ضحیٰ بدر جہاں تاب
تو اس کی کرن، اس کی جھلک، اس کی ادا ہے
وہ دل ہے تو دھڑکن، وہ نبوت تو رفاقت
وہ صدق تو صدیق وہ حُب ہے تو وفا ہے
وہ لوح مشیت ہے تو تحریر اطاعت
وہ مصحف اخلاص ہے تو سطرِ ولا ہے

وہ ہادیٔ انساں ہے تو اسلوب ہدایت
وہ رحمت کونین ہے تو حرف دعا ہے
وہ شرع تو ابلاغ وہ تہذیب تو اظہار
وہ عشق تو ایثار، وہ مرضی تو رضا ہے
وہ امر تو توفیق وہ ارشاد تو تعمیل
وہ حق کی زباں ہے تو حقیقت کی صدا ہے
بعد اس کے رہا تجھ سے شریعت کا تسلسل
وہ دین کی تکمیل، تو مذہب کی بقا ہے
اعزاز ترا شاہ رسولاں کی رفاقت
دولت تری، سرکار کا نقشِ کفِ پا ہے
اللہ اور اللہ کے محبوب کا محبوب

یہ خاص شرف تیرے سوا کس کو ملا ہے
آسودۂ خواب است مہہ مہر فروزے
اس کا سر اقدس ترے زانو پہ رکھا ہے
کیا کثرت انوار ہے کیا فرصت دیدار
اب تیرے لئے دولت کونین بھی کیا ہے
ہیں ثور کی محفل میں بڑے مرتبے والے
تو ہے، شہ لولاک ہیں اور ذات خدا ہے
جو نعت کے فردوس سے باہر نہیں آتا
وہ عاصیٔ سرشار ترا مدح سرا ہے

سید عطاء المحسن بخاری

خلافتِ معاویہؓ کی بشارت حضور کی

حضرت معاویہ کی زمانے میں دھوم ہے
چاروں طرف سے گرچہ عدو کا ہجوم ہے
حضرت معاویہ ہیں ہمائے وقارو علم
حضرت معاویہ تو ہیں نورو شعورو حلم
حضرت معاویہ تو مجاز رسول ہیں
دشمن معاویہ کے ظلوم و جہول ہیں
ناقد معاویہ کا جو فارس کا بوم ہے
منکر معاویہ کا "چراسی کا ڈوم" ہے
یکتائے روزگار عدالت میں رشد میں
حضرت معاویہ تونگینہ تھے زہد میں
حضرت معاویہ بھی ہیں کاتب سول کے
رشتہ میں آپ تھے ماموں بتول کے
حضرت معاویہ تو حلیم و کریم ہیں
ناقد معاویہ کے فسوق و لئیم ہیں
ذکر معاویہ تو بجز خیر ہے حرام
حکم عمر زمانہ میں اک نقش ہے مدام

خلافت معاویہ کی بشارت حضور کی
حضرت معاویہ کی حکومت شعور کی

دور معاویہ میں صلاح و فلاح تھی
ان کا ہر ایک کام، سنت کی راہ تھی

محمد اسلم شاہد

انقلاب

شہر کے وسط میں
بڑی سڑک پر
لوگوں کا ہجوم بے کراں
مشتعل، مضمحل
دھواں دھار تقریروں کے درمیاں
کئی پُرجوش نوجواں
فلک شگاف نعروں سے
لوگوں کا لہو گرما رہے ہیں
"انقلاب لائیں گے--- ہم انقلاب لائیں گے"
"ہماری منزل--- انقلاب"
"انقلاب--- زندہ باد"
اور اسی شاہراہ سے ذرا دور
چند جھونپڑے فقیروں کے
یہ مجبور اور بے بس انساں
جو شاکی ہیں قسمت کی لکیروں کے
اک جھونپڑے میں، ماں اور چار یتیم بچے
چولہے پر خالی دیگچی رکھی ہوئی
زرد چہرے، بے نور آنکھیں--- کھانے کی منتظر
اور ماں چُپ، گُم سُم
جیسے پوچھتی ہو
کوئی معجزہ؟ کوئی انقلاب؟
کئی دن سے بھوکے ان بچوں کو
روٹی کے چند نوالے دے سکتا ہے؟
زرد چہرے، بے نور آنکھیں--- نعرے
"انقلاب زندہ باد"

ذوالکفل بخاری

حکایت جو درمیاں سے سُنی

گھڑیاں، لمحے، پل، دقیقے، قرن، صدی اور جُگ
لحظے، ساعت اور سمے
انجانے میں بیت گئے
اور بیت بیت کے جیت رہے
کس سے جیتے، کیسے جیتے کون ہزیم تھا ٹھہرا
مت پوچھو جی ایسی باتیں، ایک زعیم نہ ٹھہرا
جی چاہے اک ایک سے پوچھوں کیا کھویا کیا پایا
حال، مقام، مکان، زبان، کچھ بھی ہاتھ نہ آیا
رنگ، خیال، مُدوّر رستے، ان بوجھی تحریک
نفس کرشموں کے بیتوں کو وقت کرے تو کیوں مہمیز؟

سائیں محمد حیات پسروریؒ

۱۲ر جنوری ۱۹۵۷ء

افضل حقؒ

اج میرا اے طبع بغیچے دے پھُل کھڑپئے کلیاں جھوم دیاں
ایہہ کس دا استقبال کرن اج ثناخواں باغ علوم دیاں
یا بادِ صبا دے بُلّے نے یا ہنجھوآں نے مظلوم دیاں
پھڑ قلم حیات سنا گلاں کجھ افضل حق مرحوم دیاں

اجّ نام پیارا حبیب اُتے جس ویلے آئیا افضل حقؒ
جھٹ روندے قلم وچارے توں قدرت لکھوایا افضل حقؒ
اج اپنی جتی جُھلّی نوں چیتے کروایا افضل حقؒ
اوہ حق ادا کر سوچ ذرا جو حق فروایا افضل حقؒ
اج غیر تسلیم کرن جو کجھ فرمایا افضل حقؒ
اکھیاں نے بے شک ویکھ لیا جیئوں آپ دکھیا افضل حقؒ
اس پاکستانی دنیا نوں اک سبق پڑھایا افضل حقؒ
حق دار و حق تے کٹ مرنا کیا حق سنایا افضل حقؒ
ملت دی رڑھدی بیڑی نوں پھر کنڈے لایا افضل حقؒ
لا لا کے ہجّاں قلم دیاں ستیاں نوں جگائیا افضل حقؒ

جد علم ادب دی منڈی وچ آ پیر ٹکایا افضل حقؒ
کیتی تنظیم مؤرخ نے ملیا سرمایہ افضل حقؒ
انگریز دی اصل غلامی دا عہدہ ہرتایا افضل حقؒ
میں کیوں نہ کہواں آزادی دا کجھ سفر مکایا افضل حقؒ
کیہہ کچھدے او آزادی [illegible] پایا افضل حقؒ
ما تک ہتھکڑیاں جیلاں دا قیدی بنوایا افضل حقؒ
مجلس احرار میخانے دا ساقی سدوایا افضل حقؒ
میخوار اجے وی مست پھرن جو نشہ پلایا افضل حقؒ
بس خاطر ملک و ملت دی ہر قدم اٹھایا افضل حقؒ
نہیں طاقت گِن گِن کیہ وساں جو فیض پہنچایا افضل حقؒ
گل شیر، حبیب، رحمان جیہاں دا تاج بنایا افضل حقؒ
مہ شاہ جی، شورش، شیخ اتے احسان جتایا افضل حقؒ
اک پاسے ختم نبوت دا مسئلہ اپنایا افضل حقؒ
گورداسپوروں چند میلاں تے چک جھنڈا لایا افضل حقؒ

منوں دی موت حیات دا لا نکتہ سمجھایا افضل حق
صد رحمت اس دی روح اتے جس ماں نے جایا افضل حق

آزاد شیرازی

افضل حق کے نام

افضل حق! افضلِ ملّت! وطن کے غمگسار
یاد میں تیری ہے ہر ذرہ وطن کا سوگوار

ریگ زارِ سندھ سے تا وادیٔ کشمیر دیکھ!
اٹھ ذرا! اور اٹھ کے اپنے خواب کی تعبیر دیکھ

تونے جو دیکھا تھا انسانوں کی آزادی کا خواب
بن گیا وہ آج حیوانوں کی آزادی کا باب

مشرق و مغرب میں اب تک شیطنت کا راج ہے
ہاتھ سے انسان کی انسانیت تاراج ہے

تو سراپا فکر تھا، سرچشمۂ افکار تھا۔
کاروانِ حریت کا قافلہ سالار تھا۔

کیوں نہ ہو حاصل تجھے دیدارِ محبوبِؐ خدا
زندگی بھر جن کی سیرت کا تو شیدائی رہا!

رونقِ ہنگامۂ احرار تیری ذات تھی
ذات تیری مطلعِ انوارِ صد برکات تھی

خدمتِ خلقِ خدا، مسلک ترا مشرب رہا
دیں ترا انسانیت، انسانیت مذہب ترا

جیسے سوتی ہے خزاں کی گود میں فصلِ بہار
تیری درویشی میں پوشیدہ تھا شاہی اقتدار

اٹھ ذرا مزدور کی قسمت جگانے کے لئے
ہے ضرورت تیری ہم کو ہر زمانے کے لئے

مولانا ظفر علی خان مرحوم

ٹوڈیوں کا ترانہ

تونسہ مکھڈ بریلی اور قادیاں ہمارا
ٹوڈی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

سو بار کہہ چکے ہیں کونسل میں ہم اکڑ کر
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

چرخے سے دبنے والے اے کانگرس نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

برٹش کے سایہ میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
اور طوقِ بندگی ہے قومی نشاں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا ٹامی سے بیر رکھنا
محکوم ہیں ہم اس کے وہ حکمراں ہمارا

پھر کر رہے ہیں عزم طوفِ حریم لندن
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

زمیندار لاہور، ۱۰ جون سنہ ۱۹۳۱ء

پروفیسر محمد اکرام تائب

پھولوں کی یوں تو پتیاں برسا رہے ہیں لوگ

اب پھر شکست خوردوں کو اکسا رہے ہیں لوگ
اب پھر وفا کے دام میں الجھا رہے ہیں لوگ
کہتے ہیں اب کے آپ ہوجائیں گے کامیاب
اب پھر نیا مکان بھی بکوا رہے ہیں لوگ
آتا ہے جو بھی کہتے ہیں ہم ساتھ ہیں ترے
ہر اک کو سبز باغ اب دکھلا رہے ہیں لوگ
میلہ لگا ہوا ہے گھر امیدوار کے
اب صبح وشام کھانا یہیں کھا رہے ہیں لوگ
چاول لئے تھے میں نے جو شادی کے واسطے
زردہ انھی سے روز اب پکوا رہے ہیں لوگ
وعدہ کیا تھا کس سے دیا ووٹ کس کو ہے
سچ بولنے سے دوستو شرما رہے ہیں لوگ
چندہ تو لے رہے ہیں وہ مسجد کے نام پر
اپنا نیا مکان بھی بنوا رہے ہیں لوگ
اب دیکھنا ہے ووٹ بھی دیتے ہیں یا نہیں
پھولوں کی یوں تو پتیاں برسا رہے ہیں لوگ
پھرتے ہیں ووٹ مانگتے تائب گھروں میں آج
پہلے ہی جن کو دے کے اب پچھتا رہے ہیں لوگ

تحریک آزادی کے نامور رہنما اور صاحبِ طرز ادیب

مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہو گئی ہے

- میرا افسانہ • ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح • آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ
- جنہوں نے ——
- —— انگریز سامراج اور اس کے حاشیہ نشین جاگیرداروں کے مظالم، محلاتی سازشوں اور جبر و استبداد کی آہنی فصیلوں کو اپنی جہد مسلسل سے کرچی کرچی کر دیا

کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ طباعت، خوبصورت جلد صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

عظیم مجاہد آزادی، مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ کے تین ادبی شاہکار

* معشوقۂ پنجاب (قصہ ہیر رانجھا۔ تنقید)
* شعور (ایک اصلاحی ڈرامہ)
* دیہاتی رومان (افسانوی اصلاحی کہانی)

تینوں کتابوں کا مجموعہ **شعور**

—— کے عنوان سے یکجا شائع ہو گیا ہے

صفحات ۱۴۴ قیمت ۳۰ روپے

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے۔!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے

مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمّتِ مُسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدّت سے محسوس کی کہ جب تک دینی اِدارے بُنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمّتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے :

★ مدرسہ معمورہ ——— مسجد نور، تغلق روڈ ملتان

★ مدرسہ معمورہ ——— دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون : ۷۲۸۱۳

★ مدرسہ محمودیہ معمورہ ——— ناگڑیاں ضلع گجرات ———

★ جامعہ ختمِ نبوّت ——— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر : ۸۸۶ ———

★ مدرسہ ختمِ نبوّت ——— سرگودھا روڈ ربوہ ———

★ دارُالعلوم ختمِ نبوّت ——— چیچہ وطنی۔ فون نمبر : ۲۹۵۳ ——— ۲۱۱۲

★ مدرسہ ابو بکر صدّیق ——— تلہ گنگ ضلع چکوال ———

★ یوکے ختمِ نبوّت مشن ——— (ہیڈ آفس) گلاسگو، برطانیہ ———

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مُبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت —— یہ تمام کام اُمّتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعاء ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سیّد عطاءُ المحسن بُخاری مُدیر مدارس التحفیظ والمساجد
دارِ بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ ملتان
ترسیلِ زر کے لئے : اکاؤنٹ نمبر : ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ، حسین آگاہی ملتان

Monthly Ph: 72813

NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT

Regd No. L8755 Multan.

Vol. 3 No. 1

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام۔ تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

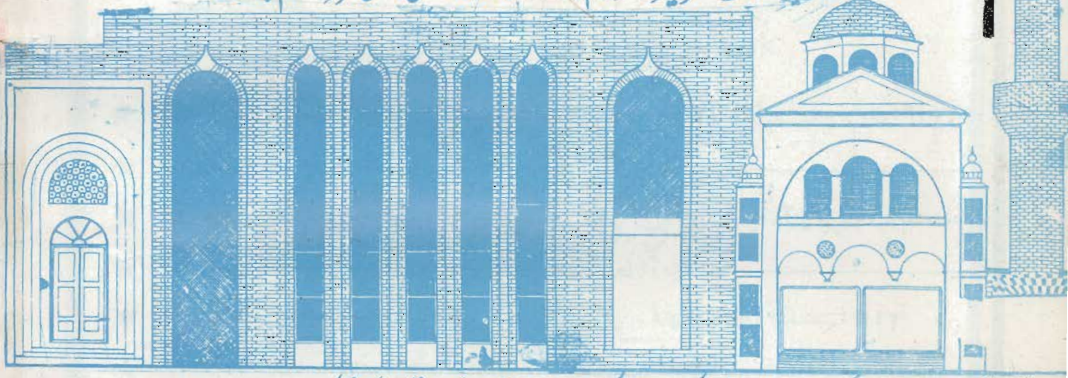

مسجد کی چھت مکمل ہو چکی ہے بقیہ تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیں. نقد یا سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں

ترسیل زر کے لئے

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

دار بنی ہاشم۔ مہربان کالونی۔ ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان